ماہنامہ

گوجرانوالہ

فلاحِ آدمیت

APRIL 2008

Reg: CPL No. 80

اپریل
2008

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللہ

محبت

صداقت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل

☆ موجودہ دور کے عظیم صوفی اور بانی سلسلہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیم کا علمبردار۔

☆ رُہبانیت اور شرک سے پاک اور قرآن وسنت کے عین مطابق راہ فقر کی تعلیم کا داعی۔

☆ وحدتِ اُمت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا ترجمان۔

☆ فرقہ واریت، غصہ اور نفرت ختم کر کے عالمگیر محبت اپنانے کا نقیب۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت. جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ ط

(النساء۔103)

ترجمہ

”جب نماز ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو، کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے“۔

رحمٰن کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز لوہا بازار گوجرانوالہ :0300-7409775

ماہنامہ فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیادگار خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
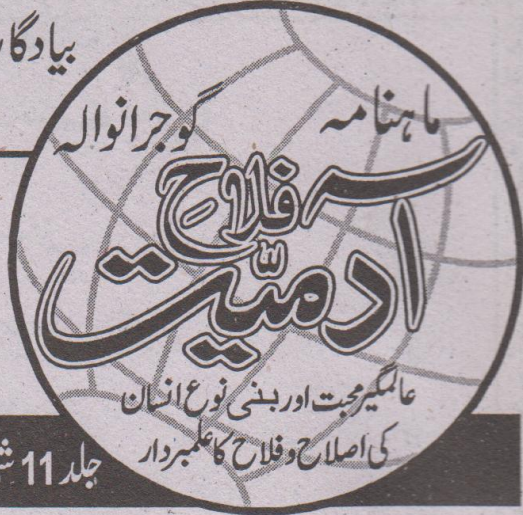
جلد 11 شمارہ 7- اپریل 2008ء ربیع اول 1429ھ

ایڈیٹر وحید احمد

سرکولیشن منیجر میاں علی رضا

مجلس ادارت

خالد مسعود، منیر احمد لودھی، ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین، پیر خان
عتیق احمد عباسی، ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی، پروفیسر غلام شبیر شاہد

قیمت ———— 20/- روپے
سالانہ فنڈ ———— 200/- روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
مرکز تعمیر ملت نزد وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835
Mob: 0300-6493335

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
وحید احمد
تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:055-3881379
Mob:0300-7409533

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-55-4222020
E-mail: info@toheedia.net

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

درس قرآن

(ہود)

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰؒ)

نام

اس سورۃ کوبطور علامت سیدنا ہودعلیہ السلام کےنام سے موسوم کیا گیاہے۔

زمانۂ نزول

اس سورۃ کا زمانہ نزول بھی مکی زندگی کا آخری دورہی ہے ۔اس سورۃ کے بارے میں حدیث کی کتب میں ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کےایک سوال کے جواب میں نبی اکرمﷺ نے ارشادفرمایا:۔

شیبتنی ھود و اخواتھا

''سورۃ ہوداوراس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کردیا''۔(بخاری)

مضامین

نبی اکرمﷺ سراپا شفقت ورحمت تھے اوردوسری طرف کفار انکارحق کے ساتھ ساتھ اس دعوت کوکچلنے کی کوشش میں مصروف تھے ۔اِدھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے انکارحق کی سزااوروعید کے باربارذکرسے آپ کویہ اندیشہ لگارہتا تھا کہ اگر یہ سوچ وبچار کی مدت ختم ہوگئی اورکفارمکہ قبولیت حق پر آمادہ نہ ہوئے تو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کوختم ہی کرڈالے ۔اس سورۃ میں سورہ یونس کے مضامین ہی کوزیادہ مدلل اورمؤثر انداز سے دہرایا گیاہی ۔

الف۔ نبی آخرالزمان علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے توحیدالٰہی کااقرارکرلواور شرک سےرُک جاؤ:۔

ب۔ دنیا کی زندگی کواس انداز سے گزاروکہ آخرت میں ذلت کا سامان نہ بن جائے کیونکہ پہلی قومیں بھی دنیا کی ظاہری عظمت وشوکت کےفریب میں اُلجھ کراپنے انجام بدکوپہنچیں۔

اگر تمہاری روش یہی رہی تو تمہارا انجام ان سے مختلف نہ ہوگا۔اس بات کی وضاحت کیلئے بطورِ مثال انبیاءِ سابقین اور اُن کی اقوام میں سے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اصحاب مدین، بنی اسرائیل اور فرعون کے واقعات و کردار کو قدرے اجمال کے ساتھ دُہرایا گیا ہے۔نیز یہ بات بھی واضح کر دی کہ اگر اب تک تم عذاب الٰہی سے بچے ہوئے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے سنبھلنے اور سوچنے کا موقع ہے کیونکہ جب عذابِ الٰہی کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو ہمہ قسم رابطے اور رشتے منقطع ہو جاتے ہیں۔نسبت اور رابطہ کام نہیں دیتا۔صرف رحمتِ الٰہی اس وقت معین و مددگار ہوتی ہے جو اس وقت اہل ایمان کیلئے مخصوص کر دی جاتی ہے۔

تفسیر

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

الر۔ کتب اُحکمت ایته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر o الا تعبدوا الا اللہ اِننی لکم منه نذیر و بشیرo

''یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات محکم ہیں اور اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔خبردار! اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔بلاشبہ میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری پہنچانے والا ہوں''۔ (ہود۔1-2)

یہ سورت ان سورتوں میں سے جن میں تنبیہ کا انداز کچھ زیادہ شدت اور سختی لئے ہوئے ہے۔حضور اکرم ﷺ پر کچھ بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے، کچھ بال سفید ہونے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ آپ پر تو بڑھاپا آنے لگا ہے''۔ آپ نے جواب میں کہا: ''مجھے سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے''۔اس لئے کہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو انسان کے دل میں فکر پیدا کرتی ہیں اور وہ فکر انسان کو آہستہ آہستہ بوڑھا کر دیتا ہے۔

رزق رسانی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وما من دآبة فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا و یعلم مستقرھا و مستودعھاo

''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جسکا رزق اللہ کے ذِمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ جل شانہٗ نہ جانتا ہو کہ اس کو کہاں رہنا ہے اور اسے کہاں سونپا جانا ہے''۔(ہود:6)

بندے کی اصل ذمہ داری اور ایک غلط فہمی

دراصل ہر جاندار کی روزی اور رزق ایک ذمہ داری ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اوپر لئے ہوئے ہے۔یعنی رزق کا معاملہ بنیادی طور پر اللہ کی ذمہ داری ہے، بندے کی نہیں اور ہماری ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اس کے دین کو سمجھنا، سمجھانا ، پوری دنیا تک پھیلانا اور نافذ کرنا ہے۔

یہ ہماری ذمہ داری تھی جو ہم بھول گئے اور جو ذمہ داری اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے سر لے رکھی تھی، وہ ہم نے قبول کرلی ۔یوں ہم نے اس کی ترتیب اُلٹ دی۔

جس کام کو جہان میں آیا تھا تو نظیر
خانہ خراب! تجھ سے وہی کام رہ گیا

ہمیں تو جنت سے ترقی دے کر دنیا میں خلیفہ کے طور پر متعین کیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ذمہ داری بھی عائد کی گئی تھی لیکن ہم نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کیا۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدونo
ما ارید منھم من رزق وما اُرید ان یطعمونo
ان اللّٰہ ھوالرزاق ذوالقوة المتینo

''میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔میں ان سے (مخلوق

کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا زبردست ہے"۔ (الذاریات 56-58)

اس ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ جو ترجیح اول ہے وہ ترجیح اول رہے اور جو ترجیح دوم ہے وہ ترجیح دوم رہے۔ اللہ کی عبادت ترجیح اول اور رزق کی کمائی ترجیح ثانیہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ ہم اِس کے اِس پیغام (قرآنِ مجید) کو سمجھیں، جانیں، مانیں، اس پر عمل کریں اور پھر اس کو نافذ کریں۔ اِس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ہماری تمام ضروریات کو پورا کرنے کا خود ذمہ لے لیا لیکن ہم نے ترتیب ہی اُلٹ دی، جو اللہ کی ذمہ داری تھی، وہ ہم نے اپنے سر لے لی اور جو اپنی ذمہ داری تھی، وہ اللہ کے سپرد کر دی۔

انسانی نفسیات

یہاں انسانی نفسیات کو انتہائی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ انسان کو ذرا سی بھی تکلیف اور محرومی سے دوچار ہونا پڑے تو وہ صبر نہیں کرتا، فوراً مایوس ہو جاتا ہے۔ پھر ہم اس پہ اپنی عطا اور بخشش کی بارش کر کے اس کو مایوسی کی کیفیت سے نکال لیتے ہیں۔ اس پر وہ ہمارا شکر بجا لانے کی بجائے دنیوی اسباب کو ہی سب کچھ سمجھنے لگ جاتا ہے اور اس طرح ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے کہ جب اس پر نعمتوں کی بارش کرتے ہیں تو غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ولئن اذقنا الانسان منا رحمة ثم نزعنها منه انه ليوس كفور o ولئن اذقنه نعماء بعد ضرآء ليقولن ذهب السيات عني انه لفرح فخور o

الا الذين صبروا وعملوا الصلحت اولئك لهم مغفرة واجر كبير o

"اگر ہم کبھی انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہو جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر نازل ہوئی تھی، ہم اسے

نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔اس عیب سے پاک اگر کوئی لوگ ہیں تو بس وہ لوگ جو صبر کرنے والے اور نیکوکار ہیں اور وہی ہیں جن کیلئے درگزر بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی''۔ (ہود:9-11)

دنیوی نعمت کی حقیقت

اوپر کی آیات میں ایک لفظ ایسا آیا ہے جس کے اندر معانی کا سمندر پوشیدہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور اذیتیں بس چکھنے کیلئے ہیں۔اصل لذت اس دنیا میں موجود نہیں۔ذرا غور کیجئے کہ دنیا کی تمام لذتیں کسی نہ کسی تکلیف کا ازالہ ہیں۔ہمیں ٹھنڈے پانی کا مزہ آتا ہے کیونکہ پیاس لگی ہوتی ہے۔کھانا کھانے پر لذت محسوس ہوتی ہے کہ بھوک چمک رہی تھی۔اسی طرح آپ آئس کریم کا پہلا کپ کھاتے ہیں تو وہ بہت لذیز لگتا ہے۔دوسرا کپ کھانا پڑے تو لذت کم ہوجائے گی۔تیسرا کپ مصیبت جبکہ چوتھا تو وبال جان بن جائے گا اور ممکن ہے کہ کھایا ہی نہ جائے اور اگر آپ زبردستی کھائیں تو یقیناً نزلہ اور زکام کا شکار ہوجائیں گے۔اسی طرح جب ہم گرمیوں میں ائیر کنڈیشنر کے سامنے بیٹھتے ہیں تو فرحت محسوس کرتے ہیں،اس لئے کہ باہر گرمی ہے،ٹمپریچر بہت زیادہ ہے اور جب سردیوں میں ہیٹر کے سامنے بیٹھتے ہیں تو فرحت کا احساس ہوتا ہے کیونکہ سردی کا ازالہ ہورہا ہے۔چاہئے تو یہ تھا کہ جو لذت آئس کریم کے پہلے چمچے پہ محسوس ہوئی تھی،وہ دسویں یا گیارہویں کپ تک جاری رہتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔اس لئے کہ مسلسل بھوک پیاس کا ازالہ ہوتا گیا۔آئس کریم کے اندر اپنی کوئی ذاتی لذت نہ تھی۔یہ لذت تو صرف جنت ہی میں ہو گی۔دراصل موجودہ دنیا تو آخرت کا ''شوروم'' ہے۔

آخرت کی نعمتوں کو ذرا ذرا دکھایا گیا ہے۔اس لئے بار بار کہتے ہیں کہ یہاں اصل چیز لذت نہیں بلکہ یہ تو امتحان گاہ ہے۔اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں کسی چیز کے اندر فی نفسہٖ یا فی ذاتہٖ نہیں بلکہ جو بھی لذت ہے،وہ کسی نہ کسی تکلیف کا ازالہ ہے اور یہ لذتیں تو بس ایسے ہی چکھنے چکھانے کیلئے ہیں۔

صفاتِ باری تعالیٰ

اسی موضوع پر فرمایا کہ قدرت اور علم غیر محدود تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، انسان کے پاس اگر کچھ طاقت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی ہے۔ علم ہے تو وہ بھی، عقل ہے تو وہ بھی۔ جتنا علم اللہ تعالیٰ نے دے دیا، اتنا ہی اس کے پاس موجود ہے۔ جتنی طاقت اللہ تعالیٰ نے دے دی، اتنی ہی طاقت اس کے پاس موجود ہے۔ یہاں ایک اصولی بات سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ مخلوق کے پاس جتنی بھی صفات ہیں، پہلے تو یہ کہ وہ مانگی ہوئی ہیں، عطائی ہیں۔ اس کی ذاتی نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ محدود ہیں اور تیسرے یہ کہ فانی ہیں۔ حادث ہیں، قدیم نہیں۔ ان تین باتوں کو اگر یاد رکھیں گے تو کبھی بھی اللہ کی صفات میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرا سکیں گے۔ جب یہ تین باتیں ذہن سے اُتر جائیں گی تو انسان کو شرک کا مرتکب ہونے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔ انسان کی فطرت اور جبلت میں یہ تینوں صفات نہیں پائی جاتی ہیں۔ دیکھئے انسان کو سمیع و بصیر (سننے اور دیکھنے والا) کہا گیا۔ انسان کے اندر یہ صفات موجود ہیں لیکن یہ اس کی اپنی صفات نہیں بلکہ مانگی ہوئی ہیں اور محدود ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے کی صفات نہ تو مانگی ہوئی ہیں اور نہ ہی محدود ہیں اور نہ فانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دیگر تمام صفات کے بارے میں بھی یہی فارمولا چلے گا۔

ایک غلط نظریے کا ازالہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ولا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہِ ولا اعلم الغیب ولا اقول انی ملك ولا اقول للذین تزدری اعینکم لن یوتیھم اللّٰہ خیرا اللّٰہ اعلم بما فی انفسھم انی اذا لمن الظالمینo (ھود:31)

''میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ یہ (کہتا ہوں) کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ نہ میرا دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں، انہیں اللہ نے کوئی بھلائی نہیں دی۔ (یا اللہ تعالیٰ ان کو اعمالِ خیر

کا بدلہ نہ دے گا) ان کے نفس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر میں ایسے کہوں تو ظالم ہوں گا''۔

چند واقعات

سورۃ ہود میں چند انبیاء کا ذکر بھی آیا ہے جس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ تمام انبیاء پر کیسی کیسی مشکلات آتی رہیں اور انہوں نے کس صبر و حوصلہ کے ساتھ ہر تکلیف کو برداشت کیا۔ علاوہ ازیں ان تمام انبیائے کرام کے ساتھ ان قوموں کا سلوک بھی بیان کیا گیا ہے تا کہ ان قوموں پر عذاب الٰہی کے نزول کی وجہ بھی سب کو معلوم ہو جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذلك من انباء القرى نقصه عليك منها قائم وحصيد o وما ظلمنهم ولكن ظلموا انفسهم فما اغنت عنهم الهتهم التى يدعون من دون الله من شى لما جاء امر ربك ۔ و ما زادهم غير تتبيب o

وكذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهى ظالمة ان اخذه اليم شديد o

ان فى ذٰلك لا ية لمن خاف عذاب الاخرة ۔ (ہود 100-103)

''یہ بستیوں کی کچھ سرگزشتیں ہیں جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو قائم ہیں اور کچھ مٹ مٹا گئیں اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ ان کے وہ دیوتا جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے، جب میرے رب کا عذاب آیا تو ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور انہوں نے ان کی بربادی کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا اور تیرے رب کی پکڑ جب کہ وہ بستیوں کو ان کے ظلم پر پکڑتا ہے، اسی طرح ہوتی ہے۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے۔ اس میں ان لوگوں کیلئے بڑی نشانی ہے جو عذاب آخرت سے ڈریں''۔

نوح علیہ السلام کا واقعہ اور شفاعت کی حقیقت

سب سے پہلے سیدنا نوح علیہ السلام کا قصہ ہے جو انتہائی عبرت آموز ہے نوح علیہ السلام

ان پانچ رسولوں میں سے ایک ہیں جواُولوالعزم رسول کہلاتے ہیں۔
جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیغام توحید دیا تو ان پر الزام تراشی کرتے ہوئے ان کی قوم نے کہا:۔

ما نرٰئك الا بشرا مثلنا وما نرٰئك اتبعك الا الذين هم اراذلنا بادی الرای۔ وما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کذبینo

''ہم تو تم کو بس اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور ہم تمہاری پیروی کرنے والوں میں انہی کو پاتے ہیں جو ہماری قوم کے ذلیل ہیں۔وہ بے سمجھے بوجھے تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں اور ہم تم لوگوں کیلئے اپنے مقابلے میں کوئی خاص امتیاز نہیں دیکھ رہے ہیں بلکہ ہم تو تم کو بالکل جھوٹا خیال کررہے ہیں''۔ (ہود:27)
پھر جب قوم نوح علیہ السلام پر عذاب آتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو ڈوبتا دیکھتے ہیں،تو رب تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں:۔

رب ان ابنی من اهلی وان وعدك الحق وانت احكم الحاكمینo

''اے میرے رب! میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تمام فیصلہ کرنے والوں سے بڑھ کر تو صحیح فیصلہ کرنے والا ہے''۔ (ہود:45)
لیکن اتنی سی گزارش پر جواب میں ایسے سخت الفاظ کہے گئے کہ پڑھتے ہوئے روح کانپ اٹھتی ہے۔کہا گیا:۔

قال ینوح انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لك به علمo

''اللہ نے فرمایا کہ نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔وہ تو ناشائستہ افعال ہے۔تم کو جس چیز کی حقیقت معلوم نہیں،اس کے بارے میں مجھ سے سوال ہی نہ کرو''۔(ہود:46)

ذکر الٰہی کے ثمرات

(خالد دانش)

''ذکر الٰہی کے لیے خصوصی اہتمام کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ذاکرین کو پسند فرماتا ہے۔'' (الحدیث)

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے، ''خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان (حاصل) ہوتا ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے، ''پس تم میری یاد (ذکر) کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو، ناشکری نہ کرو''۔ (سورۂ بقرہ)

یہاں یہ نقطہ واضح ہوگیا کہ جو شخص اللہ رب العزت کا ذکر کرے گا، باری تعالیٰ اسے اپنے محبوب فرشتوں کی محفل میں یاد کرے گا۔

''اللہ ہی کے واسطے اچھے اچھے نام ہیں، پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''حق سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے پیارے اور محبوب فرشتوں کے مجمع میں یاد کرتا ہوں۔ اگر میرا بندہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اپنے بندے کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اس حدیث پاک سے ذکر الٰہی کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ بندے کے ساتھ خالق و مالک اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ گویا رب کریم سے ہر وقت لطف و کرم کی امید رکھنی چاہیے، اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے مذکورہ بالا لطف و کرم ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی زندگیوں کا ہر لمحہ اپنے خالق کے ذکر اور توبہ واستغفار میں گزارتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک مقام پر ان لوگوں کا ذکر ہے جو انتہائی خسارے میں ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے، ''اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا۔'' (سورۂ جن)

پھر ایسے لوگوں کو باری تعالیٰ نے فلاح و اصلاح کا راستہ بتایا۔ ارشاد فرمایا، ''بے شک، بامراد ہوگیا وہ شخص جو (برے اخلاق سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا، ''اور کثرت سے اپنے رب کی یاد کیجیے اور صبح و شام (اس کی) تسبیح کیا کیجیے۔'' (آل عمران)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد عالی شان ہے، ''جل جلالہ کی بارگاہ میں تین افراد کی دعائیں ہر حال میں قبول ہوتی ہیں:

(1) جو کثرت سے ذکر الٰہی کا اہتمام کرتا ہو۔

(2) مظلوم۔

(3) رحم دل بادشاہ، جو رعایا کے ساتھ انصاف کرتا ہو اور ظلم کرنے سے ڈرتا ہو۔''

حدیث نبوی ﷺ ہے، ''اللہ کے ذکر کرنے والے اور ذکر الٰہی سے روگردانی کرنے والوں کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ جو ذکر الٰہی کرتے ہیں، وہ زندہ ہیں اور جو نہیں کرتے وہ مردہ ہیں۔''

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ زندگی بے کار ہے جو اپنے خالق و مالک کے ذکر سے غافل ہے۔ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا، ''آج تمہیں ایسی چیز، ایسا عمل بتاتا ہوں جو تمام اعمال سے بہتر ہے۔ جو تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور تمہارے درجات کو بلند کرنے والی اور سونا چاندی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے۔ اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم (جہاد میں) دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تمہیں شہید کریں۔''

صحابہ نے عرض کیا، ''اے اللہ کے رسولؐ ضرور بتایئے۔

نبی برحقؐ نے ارشاد فرمایا، ''ذکر الٰہی کے لیے خصوصی اہتمام کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ذاکرین کو پسند

فرماتا ہے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر دائمی چیز ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام نیک اعمال میں ذکر الٰہی افضل اور اہم ہے۔ذکر الٰہی کے ثمرات کا اندازہ حضورﷺ کے اس پاک ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے،"اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی شخص کو اس کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دلانے والا نہیں ہے۔"

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں،"رب العالمین کا تقرب حاصل کرنے کا افضل ترین وسیلہ ذکر الٰہی ہے اور بہترین ذکر الٰہی تلاوت قرآن پاک ہے۔"

سرورکونین حضرت محمدﷺ نے ارشاد فرمایا،"ہر چیز کو صاف کرنے اور میل دور کرنے والی کوئی چیز ہوتی ہے،دلوں پر لگنے والے زنگ کی صفائی کے لیے سب سے افضل چیز ذکر الٰہی ہے۔"

یہ ذکر الٰہی کا ثمر ہی ہے جس کی وجہ سے بندہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہ سکے گا،لہٰذا ہمیں ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،"جو شخص میرے ذکر(کے دوران)کسی وجہ سے دعا مانگنا بھول گیا،اس کا درجہ اور انعام میرے نزدیک دعا مانگنے والوں سے کئی درجے زیادہ ہے۔" معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ اہل جنت کو کسی بات کی حسرت نہ ہوگی،سوائے ان گھڑیوں کے جو دنیا میں بغیر یاد الٰہی کے گزر گئیں۔

ایسے ہی نیک وصالح لوگوں کے لیے قرآن مجید خوش خبری سناتا ہے،"اور آپ ایسے خشوع کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری سنا دیجیے جن کا یہ حال ہے کہ جب ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔"(سورۂ حج)

مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان اور جنت کے درمیان راستہ بہت آسان ہے،مگر اس میں خشوع وخضوع کی ضرورت ہے۔مسلمان کا ہر عمل خالصتاً اپنے رب کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے،"آپؐ فرما دیجئے کہ اللہ کو خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو،جس نام سے بھی پکارو گے،وہی بہتر ہوگا کیوں کہ اس کے لیے بہت اچھے اچھے نام ہیں۔"(سورۂ اسراء)

اس مبارک آیت کی روشنی میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفصیل بھی بیان کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس میں تین نام بیان فرمائے ہیں: پہلا اللہ، دوسرا رحمٰن اور تیسرا رحیم۔اللہ تعالیٰ نے یہ نام اس لیے بیان فرمائے تا کہ بندہ اپنے ہر کام کی ابتداء ان ناموں سے کرے، چاہے وہ کام دینی ہوں یا دنیاوی۔یہی تینوں نام ہر کام کی درستگی پر دلالت کرتے ہیں۔لفظ اللہ ہر کام کے حاصل پر دلالت کرتا ہے،لفظ رحمٰن اس کام کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے اور رحیم اس کام کے فائدے دینے پر دلالت کرتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے،''تم اپنے رب کو پکارتے رہو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے (بھی)۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے،''پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے۔یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''(سورۂ زمر)

گویا ان کے لیے خوش خبریاں ہیں جو اطاعت الٰہی میں غرق رہتے ہیں۔اور ان لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے جن کے دلوں پر غفلت کی وجہ سے زنگ لگ گیا ہے۔اللہ پاک تمام اہل ایمان کو اہتمام کے ساتھ ذکر الٰہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

☆ یہی دین ہے ☆

حاجی میدان عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ہی وقت میں اکٹھی اور قصر کر کے کیوں ادا کرتا ہے؟اس لئے کہ اسے اللہ کے رسولؐ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔حاجی جب عرفات سے غروب آفتاب کے بعد روانہ ہوتا ہے لیکن مغرب کی نماز وقت پر ادا نہیں کرتا ہے۔اور نماز تاخیر سے ادا کرنا نفاق کی علامت ہے۔پھر اس موقع پر حاجی عمداً مغرب کی نماز مؤخر کیوں کرتا ہے؟اس لئے کہ اس موقع پر نماز مغرب وقت پر ادا کرنے میں سنت رسول کی خلاف ورزی ہے اور مؤخر کرنے میں اطاعت رسولؐ ہے۔

مزدلفہ میں حاجی ساری رات سو کر گزارتا ہے اور عمداً نماز تہجد ترک کرتا ہے۔حالانکہ رسولؐ نے تمام نفل نمازوں میں سے تہجد کو افضل ترین قرار دیا ہے(مسند احمد) حاجی اس رات نماز تہجد کیوں ترک کرتا ہے؟صرف اس لئے کہ خود رسول اکرمؐ نے اس رات نماز تہجد ادا نہیں فرمائی۔۔۔یہی دین ہے۔کمی بیشی کئے بغیر۔ (بشکریہ ماہنامہ علم و آگہی جنوری 2006ء)

میلاد النبی ﷺ

(سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ)

آج اس عظیم الشان انسان کا جنم دن ہے جو زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لئے رحمت بن کر آیا تھا اور وہ اصول اپنے ساتھ لایا تھا جس کی پیروی میں ہر فردِ انسانی، ہر قوم و ملک اور تمام نوع انسان کے لئے یکساں فلاح اور سلامتی ہے۔ یہ دن اگر چہ ہر سال آتا ہے مگر اب کے سال یہ ایسے نازک موقع پر آیا ہے جب کہ زمین کے باشندے ہمیشہ سے بڑھ کر اس دانائے کامل کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ معلوم نہیں مسٹر برنارڈ شا نے اچھی طرح جان بوجھ کر کہا تھا یا بے جانے بوجھے، مگر جو کچھ انہوں نے کہا وہ بالکل سچ تھا کہ محمد ﷺ اگر اس وقت دنیا کے ڈکٹیٹر ہوتے تو دنیا میں امن قائم ہو جاتا۔ میں اُس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ محمد ﷺ دنیا میں موجود نہ سہی، ان کے پیش کردہ اصول تو بے کم و کاست موجود ہیں۔ ان کے اصولوں کو بھی اگر ہم راست بازی کے ساتھ ڈکٹیٹر مان لیں تو وہ سارے فتنے ختم ہو سکتے ہیں جن کی آگ سے آج نسلِ آدم کا گھر جہنم بنا ہوا ہے۔

اب سے چودہ سو برس پہلے جب محمد ﷺ نے دنیا میں قدم رکھا تھا اس وقت خود ان کا اپنا وطن اخلاقی پستی، بدنظمی اور بدامنی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، قرآن میں اس وقت کی حالت پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا ہے کہ "تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے جس سے خدا نے تمہیں بچایا۔" اس سے کچھ بہتر حالت دنیا کے دوسرے ملکوں کی نہ تھی۔ ایران اور مشرقی رومی سلطنت اس وقت انسانی تہذیب کے دو سب سے بڑے گہوارے تھے اور ان دونوں کو ایک طرف آپس کی پیہم لڑائی اور دوسری طرف خود اپنے گھر کے معاشرتی امتیازات، معاشی ناہمواری اور مذہبی جھگڑوں نے تباہ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں حضرت محمد ﷺ اُٹھے اور تئیس برس کے اندر انہوں نے نہ صرف عرب کو بدل ڈالا بلکہ ان کی رہنمائی میں عرب سے جو تحریک اٹھی تھی۔ اس نے ایک چوتھائی صدی کے اندر ہندوستان کی سرحدوں سے شمالی افریقہ تک دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اخلاق، تمدن، معیشت، غرض ہر شعبہ زندگی میں درست کر کے رکھ دیا۔

یہ اصلاح کیونکر ہوئی ؟ ایک مختصر گفتگو میں اس کی ساری تفصیلات بیان کرنا ناممکن ہے لیکن اس کے موٹے موٹے اصول میں آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

سب سے پہلے چیز جس پر انہوں نے زور دیا یہ تھی کہ تمام انسان صرف خدائے واحد کو اپنا آقا، مالک، معبود اور حاکم تسلیم کریں۔ خدا کے سوا کسی کی بندگی قبول نہ کریں۔ صرف مذہب کے محدود دائرے میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے سارے معاملات میں تنہا خدا کے اقتدار اعلیٰ کے آگے جھک جائیں۔

اس کے ساتھ دوسری اہم چیز ان کی تعلیم میں یہ تھی کہ انسان کی مطلق العنانی اور غیر ذمہ داری کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ ہر انسان فرداً فرداً اپنے آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ سمجھے۔ اور اسی طرح انسانی جماعتیں بھی، خواہ وہ خاندانوں اور قبیلوں کی شکل میں ہوں، یا طبقات کی شکل میں قوموں کی شکل میں ہوں، یا ریاستوں اور حکومتوں کی شکل میں، بہر حال خدا کے حضور اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ محمد ﷺ نے انسان کا تصور ہی یہ پیش کیا کہ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ یا نائب ہے۔ اس کو جس قدر اور جس حیثیت میں بھی کچھ اختیارات حاصل ہیں دراصل وہ اس کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں بلکہ خدا کے دیئے ہوئے ہیں اور ان کے استعمال میں بالآخر وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

خدائی اقتدار اعلیٰ اور انسانی خلافت کی ان دو بنیادوں پر محمد ﷺ نے نوع انسانی کے درمیان منصفانہ وحدت اور اتفاق کا وہ رشتہ فراہم کیا جو کسی دوسرے ذریعہ سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ نسل، نسب، زبان، رنگ، وطن، معاشی مفاد اور دوسری جتنی چیزیں سوسائٹی کی بنیا دبنتی ہیں وہ لازمی طور پر انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کا مدمقابل بنا دیتی ہیں۔ ان میں اگر موافقت ہوتی بھی ہے تو اغراض کی بنا پر ایک ناپائیدار عارضی موافقت ہوتی ہے۔ کشمکش اور جنگ اس تقسیم کی عین فطرت میں داخل ہے اور اس کا لازمی نتیجہ بے انصافی ہے۔ اس کو دور کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ تمام انسانوں کو خدا کی بندگی پر متحد کیا جائے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہونے کا احساس پیدا کر کے انہیں انصاف پر آمادہ کیا جائے۔

قومیت اور طبقات کے بجائے خدا کی بندگی اور خلافت کے تصور پر جس عالمگیر سماجی زندگی کی بنیاد حضرت محمد ﷺ نے رکھی اس کے ہر پہلو کو انہوں نے پائیدار اخلاقی اصولوں پر ڈھال دیا۔ ان کے پیش کئے ہوئے اخلاقیات، تارک الدنیا درویشوں کے لئے نہیں تھے۔ بلکہ دنیا کا کام چلانے والے لوگوں کے لئے تھے۔ کسان، زمیندار، کارخانہ دار، تاجر، خریدار، پولیس مین، مجسٹریٹ، کلکٹر، جج، گورنر، سپاہی اور سپہ سالار، وزیر اور سفیر ہر ایک کو اس کے دائرۂ عمل میں انہوں نے اخلاق کے ایسے ضابطوں سے باندھ دیا جس کی بندشوں کو کھولنا اور کسنا، جس کے اصولوں کو بنانا اور بگاڑنا افراد یا عوام کی رائے یا اس کی خواہشات پر منحصر نہیں تھا۔ انہوں نے معاشرت اور شخصی تعلقات کو، بین الاقوامی تعلقات اور صلح و جنگ کو، غرض انسانی زندگی کے سارے معاملات کو، اخلاق کا پابند بنایا اور جو چیز بھی انسانی زندگی سے تعلق رکھتی ہو اس کا یہ حق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اخلاق کی بندشوں سے آزاد ہو کر نشو و نما پائے۔

یہ وہ بڑے بڑے اصول تھے جن پر محمد ﷺ کا اصلاحی پروگرام مبنی تھا۔ اس پروگرام کو عمل میں لانے کے لئے انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ انفرادی اصلاح سے شروع ہوتا تھا۔ ان کی نگاہ سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ اجتماعی اصلاح کے ہر نقشہ کا دارومدار بالآخر افراد ہی پر جا کر ٹھہرتا ہے۔ کوئی بہتر سے بہتر نظام بھی کمزور کیریکٹر اور ناقابل اعتماد سیرت کے لوگوں کو لے کر کامیابی کے ساتھ نہیں چلایا جا سکتا۔ افراد کی سیرت کی خامیوں سے ایک نظام کے عمل درآمد میں جو رخنے اور شگاف پڑتے ہیں، انہیں کاغذ پر نہیں بھرا جا سکتا۔ کاغذ کی دنیا میں آپ مختلف ممکن خرابیوں کے سدباب کا جس قدر چاہیں خیالی انتظام کر لیں لیکن عمل کی دنیا میں اس کاغذی نقشہ کو چلانے کا انحصار بہر حال کارکن افراد ہی پر ہو گا۔ یہ افراد اگر بجائے خود خواہشات، اغراض اور تعصّبات سے شکست کھا جانیوالے لوگ ہوں، اگر ان کے اندر سچا ایمان اور پختہ کیریکٹر نہ ہو تو آپ کی ساری خیالی احتیاطوں کے باوجود اس نظام میں رخنے پڑیں گے اور ایسی ایسی جگہوں سے پڑیں گے جہاں تک آپ کا تصور بھی نہ جا سکے گا۔ بخلاف اس کے کاغذ پر ایک نظام کو دیکھ کر آپ اس میں بہت سے رخنوں کا امکان ثابت کر سکتے ہیں لیکن اس کو چلانے کے لئے اگر بھروسے

کے قابل افراد موجود ہوں تو ان کا صحیح عمل ان سارے رخنوں کو بھر دے گا جس کے رونما ہونے کا امکان عالم خیال میں آپ کو نظر آتا ہو۔

اِسی بنا پر محمد ﷺ نے پہلے اپنی ساری قوت ایسے افراد کو تیار کرنے پر صرف کی جوان کے پروگرام کے مطابق بہترین طریقہ پر دنیا کی اصلاح کر سکتے ہوں۔ انہوں نے ایسے لوگ تیار کئے کہ جو ہر حال میں خدا سے ڈر کر بدی سے پرہیز کرنے والے ہوں۔ جو اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کو پیش نظر رکھنے والے ہوں۔ جو ہر اس کام سے رُک جانے والے ہوں جس کے متعلق انہیں خدا کی ناراضی کا اندیشہ ہو اور ہر اُس کام میں دل و جان سے کوشش کرنے والے ہوں جس کے متعلق انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا اس سے خوش ہوگا۔ جنہیں خدا کی خوشنودی پر اپنی کسی چیز کو قربان کرنے میں تامل نہ ہو۔ جن کے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف اور کسی کی مہربانی کا لالچ اور کسی کے انعام کی تمنا نہ ہو۔ جن کے لئے پبلک اور پرائیوٹ زندگی میں کوئی فرق نہ ہو۔ جو راز کے پردوں میں بھی اتنے ہی نیک، شریف اور پرہیز گار ہوں جتنے پبلک میں منظر عام پر نظر آئیں۔ جن پر یہ بھروسہ کیا جا سکے کہ بندگان خدا کی جان، مال، آبرو اگر ان کے چارج میں دے دی جائے تو خیانت کار ثابت نہ ہوں گے۔ اپنی ذات یا اپنی قوم اور حکومت کی طرف سے کوئی عہد کریں تو بے وفا نہ نکلیں گے۔ انصاف کی کرسی پر بٹھائے جائیں تو ظالم نہ پائے جائیں گے۔ لین دین کے بازار میں بیٹھیں تو بد معاملگی نہ کریں گے۔ حق مانگنے میں چاہے سست ہوں مگر حق ادا کرنے میں سست نہ ہوں گے اور اپنی ذہانت، ہوشیاری، تدبر اور قوت و قابلیت کو راستی اور انصاف کے لئے اور انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کریں گے نہ کہ شخصی یا قومی اغراض کی خاطر دوسروں کو بے وقوف بنانے اور دوسروں کے حق تلف کرنے کے لئے۔

کامل پندرہ سال تک محمد ﷺ ایسے افراد کی تیاری میں لگے رہے اس مدت میں آپ نے حق پرستوں کی ایک مٹھی بھر جماعت تیار کر لی جو صرف عرب کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کی اصلاح کے لئے سچا عزم رکھتی تھی اور جس میں عرب کے علاوہ دوسری قوموں کے افراد بھی شامل تھے۔

اس جماعت کو منظم کرنے کی بعد آپؐ نے وسیع پیمانہ پر سماج کی اصلاح کے لئے عملی جدوجہد شروع کی اور صرف آٹھ برس میں بارہ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی سرزمین عرب کے اندر مکمل اخلاقی، معاشی، تمدنی اور سیاسی انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔

پھر وہی جماعت جسے آپؐ نے منظم کیا تھا عرب کی اصلاح سے فارغ ہو کر آگے بڑھی اور اس نے اس زمانہ کی مہذب دنیا کے بیشتر حصے کو اس انقلاب کی برکتوں سے مالا مال کر دیا جو عرب میں رونما ہوا تھا۔

آج ہم نئے نظام (نیو آرڈر) کی آوازیں ہر طرف سے سن رہے ہیں لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جن بنیادی خرابیوں نے پرانے نظام کو آخر کار فتنہ بنا کر چھوڑا وہی اگر صورت بدل کر کسی نئے نظام میں بھی موجود ہوتو وہ نیا نظام ہوا کب۔ وہ تو وہی پرانا نظام ہوگا جس کے کاٹنے اور ڈسنے سے جاں بلب ہو جانے کے بعد ہم نئے نظام کا تریاق مانگ رہے ہیں۔ انسانی اقتدار اعلیٰ، خدا سے بے نیازی و بے خوفی، قومی و نسلی امتیازات، ملکوں اور قوموں اور طبقوں کی سیاسی و معاشی خود غرضیاں اور ناخدا ترس افراد کا دنیا میں برسر اقتدار ہونا، یہ ہیں وہ اصلی خرابیاں جو اس وقت تک نوع انسانی کو تباہ کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی اگر ہماری زندگی کا نظام انہی خرابیوں کا شکار رہا تو یہ ہمیں تباہ کرتی رہیں گی۔ اصلاح اگر ہو سکتی ہے تو انہی اصولوں پر ہو سکتی ہے جن کی طرف انسانیت کے ایک سچے بہی خواہ نے اب سے صدیوں پہلے ہماری محض رہنمائی ہی نہ کی تھی بلکہ عملاً اصلاح کر کے دکھا دی تھی۔

(آل انڈیا ریڈیو سے ایک نشری تقریر مورخہ 30 مارچ 1942ء)

☆ مقام؟

دین میں فی الواقع آپ کا مقام کیا ہے؟ اس کا ایک ہی صحیح جواب ہے وہ یہ کہ دین میں آپ کا مقام وہی ہے جو دین کا مقام آپ کے دل میں ہے۔ یہ صرف آپ جان سکتے ہیں یا وہ جو شہ رگ سے بھی زیادہ آپ کے قریب ہے۔ (اقتباس از "شعور حیات")

شمع رسالت کے پروانے

حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل

(مرسلہ: پیر خاں توحیدی)

ابی جہل کے نام سے کون مسلمان واقف نہیں۔ یہ وہی صاحب ہے جو مکہ کا سب سے سرکش اور جابر شخص تھا۔ شرک وکفر کا قافلہ سالار اور مسلمانوں کی ابتلاو آزمائش کا سب سے بڑا ذمہ دار تھا۔ مکاری اور چالبازی میں بھی اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کا ابتدائی دور اسی سرکش اور ظالم شخص کے سامنے گذارا۔ اگر چہ اس کافر کو آپؐ کے صادق اور امین ہونے پر فخر تھا اور آپ کے اخلاق و کردار کا بھی دلدادہ تھا۔ لیکن جوں ہی آپؐ نے اللہ کے حکم پر اللہ کی واحدانیت کا اعلان کیا، بتوں سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا تو ابی جہل کو یہ بات پسند نہ آئی اور وہ آپؐ کا جانی دشمن بن گیا۔ اِس دشمن اسلام کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عکرمہ بن ابی جہل مخزومی تھا۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے حق و ہدایت کی دعوت کا برملا اعلان کیا اُس وقت عکرمہ بن ابی جہل پچیس سال کا ایک نوجوان انسان تھا اور قریش کی معدودے چند سربر آوردہ رئیسوں اور ان کے نامور شہسواروں میں شمار ہوتا تھا دولت وثروت کے لحاظ سے بھی سب پر فائق تھا اگر اِس کا باپ آڑے نہ آتا تو وہ اس لائق تھا کہ اپنے ہم عمروں سعد بن ابی وقاص اور معصب بن عمیرؓ کی طرح بہت پہلے مشرف بہ اسلام ہو چکا ہوتا۔ لیکن عکرمہ نے اپنے آپ کو اس حال میں پایا کہ وہ باپ کی مرضی کے مطابق محمد ﷺ کی مخالفت کرنے پر مجبور ہے۔ چنانچہ اس نے آپؐ کے ساتھ سخت عداوت کا رویہ اختیار کیا آپ کے ساتھیوں کو دردناک سزائیں دیں اور اہل اسلام پر ایسی زہرہ گداز صعوبتیں ڈھائیں کہ اس کے باپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ نبی اکرم ﷺ ان آئے دن کی تکلیفوں، پریشانیوں اور عزیز و رشتہ داروں کی عداوتوں سے تنگ ہو کر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ لیکن ان دشمنانِ قوم نے وہاں بھی آپ کو چین سے نہ رہنے دیا۔ آپؐ کے نام لیواؤں کی زندگیاں بھی اجیرن کر دیں اور آپؐ کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔ یہاں تک کہ معرکہ بدر کی نوبت آ پہنچی۔ عکرمہ کے باپ ابی جہل نے معرکہ بدر میں لشکر شرک کی قیادت کی۔ وہ

لات وعزیٰ کی قسمیں کھا کھا کر اعلان کرتا کہ محمد ﷺ کو شکست دیئے بغیر وہ مکہ واپس نہیں لوٹے گا۔ اس نے بدر کے مقام پر پڑاؤ ڈال کر تین دن قیام کیا اس دوران وہ اونٹ ذبح کر کے گوشت کھاتا اپنے لشکر کو بھی کھلاتا، شراب پیتا اور لشکر کو بھی پلاتا۔ مکہ سے جاتے وقت یہ اپنے ساتھ اپنی دلبستگی کی خاطر لونڈیاں لے کر گیا تھا جو دف بجا بجا کر ان کو گانے سناتیں تو کفار کے سردار نشے میں چور لشکر اسلام اور نبیؐ رحمت کے خلاف ہرزہ سرائی بکتے اور اپنی بہادری کے گن گاتے۔ جس وقت معرکہ بدر شروع ہوا تو ابوجہل اپنے لشکر کا کمانڈر تھا اور اس کا بیٹا عکرمہ اس کا قابل اعتماد دست و بازو تھا۔ لیکن لات وعزیٰ نے نہ اس کی پکار سنی اور نہ اس کی مدد کو آئے کیونکہ وہ اس سے معذور تھے۔ چنانچہ ابوجہل اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت کی موت مارا گیا اور اس کے بیٹے نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمانوں کے نیزے اس کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ عکرمہ نے اپنے کانوں سے اپنے باپ کے حلق سے نکلنے والی آخری چیخ سنی اور اس کی لاش تڑپ کر ٹھنڈی ہوگئی۔

عکرمہ اپنے باپ کی لاش اور قریش کے اس عظیم سردار کی نشانی چھوڑ کر مکہ لوٹ آیا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھا کر اس کیلئے یہ ممکن ہی نہ رہا کہ وہ اپنے باپ کی لاش اُٹھا کر لاتا اور اسے مکہ میں دفن کرتا۔ مسلمانوں نے دوسرے مقتولین کے ساتھ اسے بھی بدر کے کنوئیں میں پھینک کر اس پر ریت ڈال دی۔ عکرمہ پہلے تو اپنے باپ کی حمایت میں اسلام کا مخالف تھا مگر آج سے وہ انتقام کے جذبہ کے ساتھ اسلام کے خلاف برسر پیکار ہوگیا۔ عکرمہ اور اس کے دوسرے ہم خیال مشرکین قریش جن کے آباء جنگ بدر میں واصل جہنم ہوئے انتقام کی آگ میں جلنے لگے جس کے نتیجے میں اُحد کا خون ریز معرکہ پیش آیا۔ جنگ بدر میں اپنی شکست کا بدلہ اور اپنے مقتولین کا انتقام لینے کیلئے قریش کا جو لشکر جرار مکہ سے روانہ ہوا عکرمہ اس میں شریک ہوگیا اس نے اپنی بیوی کو بھی ساتھ لیا تاکہ دوسری عورتوں کے ساتھ شامل ہو کر دف بجا بجا کر لشکر قریش کو قتال پر برانگیختہ کریں۔ قریش نے اپنے گھڑسوار دستہ کی قیادت کیلئے اس کے میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو متعین کیا۔ دونوں مشرک سرداروں نے شجاعت اور مردانگی کے ایسے جوہر دکھائے کہ مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، نبی

رحمت ﷺ بھی زخمی ہو گئے اگر چہ ظاہری طور پر قریش فتح و کامرانی سے ہم کنار ہوئے جس پر ابوسفیان خوشی سے چیخ اُٹھا کہ یہ جنگ بدر کا بدلہ ہے۔لیکن جلد ہی اللہ نے اِن کافروں اور مشرکوں کو میدان سے بھگا دیا مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ کر واپس مکہ چلے گئے۔اس کے بعد غزوہ خندق پیش آیا اس میں بھی کافروں کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا تو لشکر اسلام نے مکہ بھی فتح کر کے کفر کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔قریش نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے راستہ سے ہٹ جانے میں ہی بہتری سمجھی۔نبی رحمت ﷺ نے اپنی فوج کے سالاروں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ مکہ کے عام باشندوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں اور صرف ان لوگوں سے لڑیں جو اِن سے جنگ کریں۔عکرمہ اور اُس کے چند ہم خیال ساتھی جنگ کا ارادہ لئے مکہ سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر کے سامنے ڈٹ گئے لیکن خالد بن ولید جو مسلمان ہو چکے تھے نے ایک معمولی جھڑپ کے بعد انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔عکرمہ بن ابی جہل بھی ان مفرورین میں شامل تھا۔عکرمہ سخت حیرانی اور سراسیمگی سے دوچار تھا کیونکہ اس کیلئے وہاں کوئی جائے پناہ نہ تھی۔رسول اللہ ﷺ نے اگر چہ قریش کے تمام جرائم کو معاف کر دیا جو انہوں نے آپؐ کے مقابلہ میں کئے تھے البتہ اِس معافی سے چند لوگ جنہوں نے مسلمانوں کو بہت ستایا تھا مستثنیٰ قرار دیئے گئے اور نام لے لے کر حکم دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے اگر چہ وہ غلافِ کعبہ میں بھی چھپے ہوئے پائے جائیں ان میں عکرمہ سرفہرست تھا۔یہ سن کر عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔اِسی دوران جب مکہ کے لوگ مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے تو عکرمہ کی بیوی اُم حکیم بھی چند دوسری عورتوں کے ساتھ مسلمان ہو گئیں اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی درخواست کی آپ نے سب کو مرحبا کہا اور خیر مقدم کیا۔اُم حکیم نے عکرمہ کی جان بخشی اور امان کی درخواست کی تو آپؐ نے اسے قبول کیا اور عکرمہ کو امان دے دی۔شوہر کی جان بخشی کا اعلان سن کر ام حکیم اُسی وقت عکرمہ کی تلاش میں اپنے رومی غلام کے ساتھ روانہ ہو گئیں۔
اُم حکیم چلتے چلتے جب کچھ دور نکل گئیں تو رومی غلام کی نیت خراب ہو گئی اور اُس نے اُم حکیم پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔لیکن ام حکیم اُسے اُمید دلاتی اور ٹالتی ہوئی عرب کے ایک قبیلہ تک پہنچ گئیں اور مدد کی درخواست کی۔اہل قبیلہ نے غلام کو قید کر لیا تو اُم حکیم نے اگلا سفر اکیلے ہی

شروع کر دیا اور تہام کے علاقے میں سمندر کے کنارے عکرمہ کو پالیا۔ وہ اس وقت ایک ملاح کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا کہ وہ اسے اُس پار لے جائے۔ لیکن ملاح اس بات پر مصر تھا کہ وہ پہلے اخلاص کا اظہار کرے۔ عکرمہ نے پوچھا کہ اخلاص کا اظہار کیسے کروں تو ملاح نے کہا کہ کہو **اشهد ان لا اله الا اللّٰه واشهدان محمد الرسول الله**۔ عکرمہ نے جواب دیا کہ اِس سے تو بھاگ کر اِدھر آیا ہوں۔ ابھی ان کی گفتگو جاری تھی کہ اُم حکیم عکرمہ کے پاس پہنچ گئیں عکرمہ حیران کہ اس کی بیوی اِدھر کیسے آ گئی اور اُس کے پوچھنے سے پہلے ہی اُم حکیم بولیں میرے ابن عم میں تمہارے پاس سب سے افضل، سب سے نیک اور سب سے اچھے انسان کی طرف سے آئی ہوں اور میں تمہیں خوشخبری دیتی ہوں کہ محمدؐ بن عبداللہ نے تمہاری جان بخشی کا وعدہ کیا ہے۔ عکرمہ نے کہا کیا تم نے خود اُن سے بات کی ہے۔ وہ بولیں ہاں میں نے تمہاری جان بخشی کی درخواست کی تھی جو انہوں نے منظور کر لی اور تمہیں امان دے دی ہے۔ اب تم میرے ساتھ چلو جب عکرمہ مطمئن ہو گیا تو واپسی کا ارادہ کیا۔ دورانِ سفر اُم حکیم نے غلام کی خباثت نفس کا ذکر کیا تو عکرمہ کو بہت دُکھ ہوا اور مسلمان ہونے سے پہلے ہی اُن کو قتل کر دیا۔ اثنائے سفر جب وہ ایک منزل پر رُکے تو عکرمہ نے بیوی سے خلوت کا اظہار کیا لیکن بیوی نے سختی سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک مسلمان عورت ہوں اور تم ابھی مشرک ہو۔ عکرمہ نے اس بات پر تعجب کیا اور کہا کہ وہ بات جو تمہیں میرے ساتھ خلوت سے روک دے یقیناً کوئی نہایت ہی بڑی بات ہو گی۔ جب عکرمہ مکہ کے قریب پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ عکرمہ بن ابی جہل بہت جلد ایک مومن اور مہاجر کی حیثیت سے تمہارے پاس پہنچ رہا ہے۔ اس کے باپ کو برا نہ کہنا کیونکہ مردے کو برا کہنے سے زندہ کو اذیت ہوتی ہے اور مردے کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پہنچ آیا۔ آپ اُسے دیکھتے ہی فرطِ مسرت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اُس کے استقبال کیلئے لپکے صحابہ کے اندر بھی خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ آپؐ جب واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے تو عکرمہ نے عرض کی۔ محمد ﷺ۔ اُم حکیم نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے امان دی ہے حضورؐ نے جواب دیا اس نے سچ کہا ہے تم مامون ہو اس نے دوبارہ سوال کیا اے محمد ﷺ مجھے آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں آپؐ نے فرمایا میں تمہیں اس بات

کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور یہ کہ تم زکوٰۃ دو اور دیگر ارکان اسلام کے بارے میں بتایا۔عکرمہ نے کہا بخدا آپ نے حق کی دعوت دی اور خیر کا حکم دیا۔ بخدا آپ اس سے پہلے بھی صادق اور امین تھے۔یہ کہہ کر عکرمہ نے بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا اور کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔اسلام لانے کے بعد حضرت عکرمہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ کے رسول مجھے سب سے اچھی چیز بتا دیجئے تا کہ میں اسے برابر پڑھا کروں آپ نے جواب دیا کہ **اشھد ان لا اله الا اللّٰه واشھد ان محمد الرسول اللّٰه** پڑھا کرو بولے اِس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کہو میں خدا تعالیٰ کو اور حاضرین کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں مسلم ہوں، مجاہد ہوں اور مہاجر ہوں۔عکرمہؓ نے کہہ دیا۔اُس وقت آپ نے فرمایا کہ آج جو چیز بھی مجھ سے مانگو گے تمہیں عطا کرونگا۔عکرمہؓ نے اپنی زبان کھولی اور عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ جتنی عداوت کی جہاں کہیں بھی آپ کے مدمقابل ہوا اور آپؐ کے خلاف جو بات بھی خواہ آپ کے سامنے یا پس پشت کی ہو اس پر میرے لئے مغفرت کی دُعا فرمائیں۔آپؐ نے اس کیلئے دعا کی کہ اے اللہ ہر اس عداوت سے عکرمہؓ کی مغفرت فرما جو اس نے میرے ساتھ کی اور اس کی ہر اس سرگرمی کو جو اُس نے تیرے نور کو بجھانے کی کوشش میں کی معاف فرما، درگذر فرما۔اِس کی ہر اس حرکت کو جو اُس نے میری آبرو سے کھیلتے ہوئے میرے سامنے میری عدم موجودگی میں کی ہو اُس سے بھی درگذر فرما۔اِس دُعا کو سن کر حضرت عکرمہؓ کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول خدا کی قسم آج سے پہلے اللہ کی راہ سے بندگان خدا کو باز رکھنے کیلئے جتنا مال میں خرچ کرتا رہا آج کے بعد خدا کی راہ میں اُس سے دوگنا خرچ کرونگا۔اور آج سے پہلے خدا کے دین سے روکنے کیلئے جتنی قوت سے لڑتا رہا آج کے بعد دوگنی طاقت سے راہ خدا میں لڑونگا۔اِس روز سے مسلمانوں کی جماعت میں ایک ایسے شخص کا اضافہ ہوا جو میدان کارزار میں ایک شیر دل شہسوار، سجدوں میں ایک عابد شب زندہ دار اور قاری قرآن تھا۔وہ قرآن کو اپنے چہرے پر رکھ کر خدا کے خوف سے روتے ہوئے بڑے والہانہ انداز میں کہتے کتاب ربی، کلام ربی۔حضرت عکرمہؓ نے جو عہد رسول اللہ ﷺ سے کیا اسے پورا کر دکھایا۔ان کے قبول اسلام کے بعد کفر اور اسلام

کے مابین جو بھی معرکہ پیش آیا وہ اس میں ذوق وشوق سے شریک ہوئے اور خوب جوہر دیکھائے۔معرکہ یرموک میں تو حضرت عکرمہؓ میدان قتال کی طرف اس طرح لپکے جیسے کوئی تشنہ لب شدید گرمی میں ٹھنڈے پانی کی طرف لپکتا ہے۔ایک موقع پر جب مسلمانوں پر دشمن کا دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا تو اپنے گھوڑے سے کود پڑے تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی اور ننگی تلوار لے کر رومیوں کی صفوں میں گھس گئے۔یہ دیکھ کر حضرت خالد بن ولید فوراً ان کے قریب پہنچے اور کہا عکرمہؓ ایسا نہ کرو اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالو آپ کا قتل ہو جانا مسلمانوں کیلئے نا قابل تلافی سانحہ ہوگا۔لیکن حضرت عکرمہؓ نے کہا خالدؓ ہٹ جاؤ میرا راستہ نہ روکو۔خدمت اسلام میں تم کو میرے اوپر سبقت حاصل ہے۔صحبت رسول ﷺ کا شرف میرے حصہ میں بہت دیر سے آیا۔ مجھے چھوڑ دو آج میں تمام کوتاہیوں اور محرومیوں کی تلافی کرنا چاہتا ہوں پھر انہوں نے مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ "موت پر کون بیعت کرنا چاہتا ہے" ان کی پکار پر تقریباً چار سو مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے خالد بن ولید کے خیمہ کے پاس جہاں رومیوں کا زور تھا خون ریز جنگ کی اور دشمن کے حملوں کا بہترین انداز میں دفاع کیا۔جب فضائے یرموک پر سے جنگ و قتال کے بادل چھٹے اور مسلمانوں کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی تو یرموک کی زمین پر تین مجاہد زخموں سے چور پڑے ہوئے تھے اور وہ تھے حضرت حارث بن ہشام، حضرت عیاش بن ربیعہ اور حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل رضوان اللہ علیہم شدت تشنگی سے بے تاب حضرت حارثؓ سے پانی مانگا۔جب انہیں پانی پیش کیا جا رہا تھا تو حضرت عکرمہؓ نے ان کی طرف دیکھا۔حضرت حارثؓ نے پہلے ان کو پانی پلانے کا اشارہ کیا اور جب پانی ان کے پاس لے جایا گیا تو حضرت عیاشؓ نے ان کی طرف دیکھا تو حضرت عکرمہؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پانی پلایا جائے پانی پلانے والا جب اُن کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ اس سے بے نیاز ہو چکے ہیں وہ پلٹ کر دوسرے صحابہ کے پاس پہنچا تو وہ بھی آب کوثر سے اپنی پیاس بجھا چکے تھے۔اللہ تعالیٰ ان پاک ہستیوں سے راضی ہو اور انہیں کوثر سے اس طرح سیراب کرے کہ اس کے بعد انہیں تشنگی محسوس نہ ہو اور انہیں جنت الفردوس کی سرسبز شادابی مرحمت فرمائے۔آمین۔

(بشکریہ:۔کتاب زندگیاں صحابہ کی)

محاسبہ نفس

نفس کو نصیحت وملامت

(افادات امام غزالیؒ)

اچھی طرح جان لو کہ آدمی کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے، جو اس کے اندر گھسا ہوا بیٹھا ہے۔ یہی نفس اسے برائی اور گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی نفس کے تزکیہ اور اسے راہ راست پر رکھنے کا کام آدمی کے سپرد ہوا ہے۔ پس اگر تم اپنے نفس کی خبر نہ لو گے تو وہ سرکش اور قابو سے باہر ہو جائے گا، اور پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ لیکن اگر تم اسے ملامت کرتے رہو گے تو وہ نفس لوامہ بن جائے گا۔ بلکہ کیا عجب کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ بن جائے، اور ان بندگان الٰہی میں شامل ہو جائے جو اللہ سے راضی ہوں اور اللہ ان کو راضی کرے۔

دیکھو، کسی وقت بھی اس کو نصیحت اور ملامت کرنے سے غافل نہ رہو۔ بلکہ دوسروں کو نصیحت تب کرو جب پہلے سے اپنے نفس کو کر لو۔ تم ہمیشہ اس سے یوں کہتے رہا کرو:

اے نفس، ذرا انصاف کر! تو سمجھتا ہے کہ میں بڑا عقل مند ہوں، مگر تیرے برابر بے وقوف کوئی نہ ہو گا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہیں، اور تو بہت جلد کسی ایک میں جانے والا ہے۔ پھر تجھے کیا ہوا ہے کہ ہر وقت ہنستا کھیلتا دنیا میں مگن رہتا ہے؟

کیا تو نہیں جانتا کہ تیرے اوپر موت کا کٹھن وقت آنے والا ہے، آج ہو یا کل؟ جس موت کو تو دور سمجھتا ہے، اللہ کے نزدیک وہ بہت قریب ہے۔ جس چیز کو آنا ہی ہے وہ قریب ہی ہے۔ کیا تجھے یہ نہیں معلوم کہ موت اچانک ہی آتی ہے۔ نہ کوئی خبر کرنے والا آتا ہے، نہ کوئی پیغام۔ یہ نہیں کہ دن کو آئے رات کو نہ آئے، یا رات کو آئے دن کو نہ آئے۔ یا بچپن میں آئے جوانی میں نہ آئے۔ جوانی میں آئے بچپن میں نہ آئے موت تو کسی بھی سانس آ جائے گی!

پس تجھے کیا ہوا ہے کہ موت اتنی نزدیک ہے، مگر تو اس کی تیاری نہیں کرتا؟ حالانکہ،

اقترب للناس حسابهم وهم فى غفلة معرضون ٥ما ياتيهم من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم يلعبون٥لاهيته قلوبهم (الانبیا 21:1۔۔۔0)

قریب آ گیا ہے لوگوں کے حساب کا وقت، اور وہ ہیں کہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے

ہیں۔ان کے پاس جو تازہ نصیحت بھی ان کے رب کی طرف سے ہوتی ہے اس کو بہ تکلف سنتے ہیں اور کھیل میں پڑے رہتے ہیں، دل ان کے (دوسری ہی فکروں میں) مہمک ہیں۔

ذرا سوچ! تجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرات کیوں کر ہوتی ہے؟ اگر تیرا عقیدہ یہ ہے کہ وہ تجھے نہیں دیکھتا، تو پھر تو یقیناً کافر ہے۔ یا اگر یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، اور پھر اس کی نافرمانی کرتا ہے، تو پھر سخت بے حیا ہے۔ اگر تیرا بھائی یا نوکر کوئی ایسی بات کرے جو تجھے بری لگے، تو تو کتنا غصہ کرتا ہے۔ پھر تجھے یہ جرات کیوں کر ہوتی ہے کہ اپنے رب کا غصہ مول لے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرے۔

کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ کے عذاب کو برداشت کر سکے گا؟ ہرگز نہیں، یہ بات دل سے نکال دے۔ ذرا ایک گھڑی تیز دھوپ میں کھڑا رہ، یا اپنی انگلی آگ سے قریب کر، تجھے کچھ اپنی طاقت اور حوصلہ معلوم ہو جائے گا۔

کیا تو اس مغالطہ میں پڑ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا کریم اور غفور و رحیم ہے، اسے کسی کی اطاعت کی حاجت نہیں، وہ مجھے بخش دے گا۔ لیکن پھر اپنے دنیا کے کاموں کے لئے کیوں کوشش کرتا ہے، اور اس کے کرم پر کیوں نہیں چھوڑ دیتا؟ جب کوئی دشمن تیرے درپے ہوتا ہے تو کیوں اس سے بچنے کے لئے تدبیر کرتا ہے؟ تب کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجھے بچا دے گا؟ جب کوئی دنیاوی کام روپے پیسے کے بغیر نہیں ہوتا، تو اس وقت تیرا دم کیوں نکلتا ہے، اور کیوں اسے حاصل کرنے کے لئے ہزار بھاگ دوڑ کرتا ہے؟ اس وقت کرم الٰہی پر تیرا اعتماد کہاں چلا جاتا ہے؟ کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی خزانہ دے دے گا یا کسی بندہ کو بھیج دے گا کہ تیرا کام ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ہو جائے؟ یا، کیا اللہ تعالیٰ صرف آخرت میں کریم ہے، دنیا میں نہیں؟

اے نفس، تیرا نفاق اور جھوٹے دعوے بڑے ہی عجیب ہیں! ذرا دیکھ، تیرا آقا دنیا کے بارہ میں فرماتا ہے: **ومامن دابة فی الارض الاعلی الله رزقها** ۔زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو (ھود 6:11) اور آخرت کے لئے کچھ نہیں مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے (النجم 39:53) گویا، تیرے دنیا کے رزق کی ذمہ داری تو اس نے اپنے اوپر لی ہے، اس کی مدار تیری سعی پر نہیں۔ ہاں، آخرت کو تیری کمائی پر منحصر

کیا ہے۔مگر تو اپنے فعل سے اللہ کو جھوٹا کرتا ہے۔جس چیز کی ذمہ داری اس نے لے لی ہے،اس پر تو تو پاگلوں کی طرح گرتا ہے،اور جس آخرت کو اس نے تیری سعی پر منحصر کیا ہے،تو اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتا اور اس کے لئے سعی کو حقیر سمجھتا ہے۔یہ تو نشان ایمان نہیں!اگر زبانی ایمان معتبر ہوتا،تو منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں کیوں ہوتا ؟

کیا تو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا؟ کیا مرنے کے بعد تجھے بلا حساب لیے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟یا تو بچ کر کہیں بھاگ سکے گا؟ہرگز نہیں!اگر تو ایسا ہی سمجھتا ہے تو تیرے برابر کوئی جاہل نہیں،اور تو پکا کافر ہے۔پھر کیا تو اس بات کو جھوٹ سمجھتا ہے کہ اللہ مرنے کے بعد تجھے اٹھا کھڑا کرے گا۔اگر نہیں،تو پھر تو اس کی نافرمانی سے کیوں نہیں بچتا؟

اے نفس،ذرا انصاف کر!اگر ایک کافر ڈاکٹر تجھ سے کہہ دیتا ہے کہ فلاں کھانا تیرے لئے مضر ہے تو جی کڑا کر کے اسے چھوڑ دیتا ہے،اور صبر کرتا ہے،اگر چہ وہ بڑا لذیز کھانا ہو۔کیا انبیاء کا کہنا،جن کو معجزات کی تائید حاصل ہوتی ہے،اور کتاب الٰہی میں اللہ کا فرمان،تیرے لیے اتنا بھی وزن نہیں رکھتا جتنا ایک کافر ڈاکٹر کا قول۔عقل اور علم کی کمی کے باوجود اس کی بات کا اثر تو ہوتا ہے،مگر اللہ اور اس کے رسولؐ کے کہنے کا نہیں ہوتا۔

اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک بچہ کہتا ہے کہ تیرے کپڑوں میں بچھو ہے،تو تو بغیر دلیل طلب کیے اور بغیر سوچے سمجھے،اپنے کپڑے اتار پھینکتا ہے۔کیا انبیاء کی متفقہ بات تیرے نزدیک اس نادان بچہ کی بات سے بھی کم وقعت رکھتی ہے؟یا جہنم کی آگ،اس کی بیڑیاں،اس کے گرز،اس کا عذاب،اس کا زقوم،اور اس کے آنکڑے،اس کے سانپ،بچھو اور زہریلی چیزیں تیرے لئے ایک بچھو سے بھی کم تکلیف دہ ہیں؟ حالانکہ اس کی تکلیف زیادہ سے زیادہ ایک دن یا اس سے کم رہتی ہے؟یہ عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔اگر کہیں جانوروں کو تیری حالت کا علم ہو جائے تو وہ تجھ پر ہنسیں اور تیری دانائی کا مذاق اڑائیں۔

پس اے نفس،اگر تجھ کو یہ سب چیزیں معلوم ہیں،اور ان پر تیرا ایمان ہے،تو کیا بات ہے کہ تو عمل میں سستی اور ٹال مٹول سے کام لیتا ہے،حالانکہ موت کمین گاہ میں منتظر ہے کہ وہ بغیر مہلت کے تجھے اچک لے جائے؟تو کس وجہ سے نڈر ہے کہ وہ جلد نہ آئے گی؟اگر تجھے سو برس کی

مہلت مل بھی گئی ہے، تو کیا تیرا خیال ہے کہ جس کو ایک گھاٹی طے کرنی ہے، اور وہ اس گھاٹی کے نشیب میں اطمینان سے اپنے جانور کو کھلا رہا ہے، وہ کبھی بھی اس گھاٹی کو طے کر سکے گا؟ تو نہیں جانتا کہ راستہ سفر کیے بغیر طے نہیں ہوتا، اور کام کیے بغیر انجام نہیں پاتا۔ ایسے شخص کے بارہ میں تیری کیا رائے ہے، جو علم حاصل کرنے کی غرض سے پردیس کا سفر کرے، اور وہاں کئی سال بیکار اور نکما بیٹھا رہے، اور نفس سے وعدے کرتا رہے کہ جس سال وطن واپس ہوگا سب علم حاصل کرے گا؟ تو اس کی عقل پر ہنسے گا کہ یہ بھی عجیب شخص ہے! سمجھتا ہے کہ ایک سال میں سارا علم حاصل ہو جائے گا، یا بغیر علم حاصل کیے توکل کی برکت سے قضا کا منصب ہاتھ آ جائے گا۔

پھر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آخر عمر کی کوشش مفید ہو سکتی ہے، اور بلند درجات تک لے جا سکتی ہے، تو یہ کیسے معلوم کہ ابھی زندگی باقی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہی آج کا دن تیری عمر کا آخری دن ہو۔ تو آج کے دن ہی سے تو اپنے کام میں کیوں مشغول نہیں ہوتا، اور آج کل، آج کل، کرنے کی کیا وجہ ہے؟

کیا یہ وجہ کہ تجھے اپنی خواہشات نفس کی مخالفت مشکل معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس میں محنت ومشقت ہے؟ کیا تو اس دن کا منتظر ہے جب خواہشات کی مخالفت تیرے لیے آسان ہو جائے گی؟ ایسا دن تو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا، اور نہ پیدا کرے گا۔ جنت جب ملے گی، ہمیشہ ناگوار کام کرنے ہی سے ملے گی، اور ناگوار کام کبھی نفس کے لئے آسان نہیں ہو سکتے۔

سوچ تو سہی، کب سے تو روز وعدہ کرتا ہے کہ کل سے یہ کام کروں گا اور کل، کل کرتے، ہر کل آج ہوتی گئی۔ جب آج ہی نہیں کیا تو کل کیسے کرے گا؟ تجھے معلوم نہیں کہ جو کل آ چکی ہے، وہ گزشتہ دن کے حکم میں ہے۔ جو کام تو آج نہیں کر سکا کل اس کا کرنا تیرے لئے اور بھی مشکل ہے، تو اگر آج عاجز ہے تو کل بھی عاجز ہوگا۔

اس لئے کہ خواہش کی مثال ایک تناور درخت کی سی ہے، جس کو اکھاڑے بغیر چارا نہیں اگر سستی کے باعث اسے آج نہ اکھاڑا، اور کل پر رکھا، تو اس کی مثال اس جوان کی سی ہے جس سے ایک درخت نہیں اکھاڑا گیا، تو اس نے اس کام کو دوسرے سال کے لئے ملتوی کر دیا حالانکہ جتنا زمانہ گزرے گا، درخت کی جڑیں مضبوط ہوتی جائیں گی، اور اکھاڑنے والے کی کمزوری اور

ضعف میں اضافہ ہوگا۔جس کو جوان ہوکرنہیں اکھاڑ سکا،اس کو بڑھاپے میں کیا اکھاڑے گا؟سرسبز شاخ لچک رکھتی ہے،اور جھکائی جاسکتی ہے۔جب سوکھ جائے گی،تو اس کو موڑنا ناممکن ہوجائے گا۔

پس اے نفس،اگر تو ان صاف صاف باتوں کو بھی نہیں سمجھتا،اور سستی کرتا ہے،تو تجھے کیا ہوگیا ہے کہ اپنے آپ کو عقلمند سمجھتا ہے۔اس سے بڑی حماقت اور کیا ہوسکتی ہے۔

غالباً تو یہ کہے کہ میں استقامت سے عمل اس لئے نہیں کرسکتا کہ لذت خواہشات کا حریص ہوں،اور تکلیف ومشقت برداشت نہیں کرسکتا۔اگر یہی بات ہے تو تو پرلے درجہ کا احمق ہے،اور تیرا عذر لنگ ہے۔اگر تو لذت کا حریص ہے،تو ایسی لذت کیوں نہیں تلاش کرتا جو تمام آلائشوں سے پاک ہو،اور ابدالاباد تک کے لئے ہو۔یہ نعمت تو جنت ہی میں حاصل ہوسکتی ہے۔اگر تجھے لذت اور خواہش ہی عزیز ہیں،تو ان کی خاطر بھی تجھے نفس کی وقتی خواہشات کی مخالفت کرنی چاہیے۔اس لیے کہ بسا اوقات ایک لقمہ کئی لقموں سے محروم کردیتا ہے۔

تیرا کیا خیال ہے اس مریض کے بارہ میں،جس کو طبیب کہے کہ صرف تین دن ٹھنڈا پانی مت پیا،تاکہ تندرست ہوجاؤ اور پھر زندگی بھر ٹھنڈے پانی کا لطف اٹھاؤ۔اگر تم نے ان تین دنوں میں ٹھنڈا پانی پیا،تو زندگی بھر اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ دھولینا پڑے گا۔اس وقت،سچ سچ بتلا،عقل کا تقاضا کیا ہے؟کیا وہ تین دن صبر کرے تاکہ زندگی آرام سے گزرے،یا اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھ سے تین دن صبر نہیں ہوسکتا،پھر تین سو دن،یا تین ہزار دن،برابر اس نعمت سے محروم رہے؟تین دن کی جو حقیقت پوری عمر کے مقابلہ میں ہے،وہ اس سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتی جو تیری پوری عمر کی ابدالاباد کی زندگی کے مقابلہ میں ہے۔کیا تو کہہ سکتا ہے کہ خواہشات نفسانی کے ضبط کرنے کی تکلیف،طبقات جہنم میں عذاب نار سے زیادہ سخت اور طویل ہے؟جو شخص دنیا میں ایک معمولی تکلیف بھی برداشت نہیں کرسکتا،وہ آخرت میں عذاب الٰہی کو کیسے برداشت کرے گا!

میں دیکھتا ہوں کہ تو دووجہ سے اپنے نفس کو ڈھیل دیتا ہے۔ایک کفر خفی،اور ایک صریح حماقت۔کفر خفی یہ ہے کہ یوم حساب پر تیرا ایمان کمزور ہے،اور ثواب وعتاب سے تو ناواقف

ہے۔اور صریح حماقت اللہ تعالیٰ کی عفو و کرم پر غلط اعتماد ہے،اور اس بات کی پرواہ نہیں کہ وہ مہلت عذاب دینے کے لئے دیتا ہے،حالانکہ تو روٹی کے ایک ٹکڑے کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ جتنی تدابیر اور کوششیں ضروری ہوں وہ سب کرتا ہے۔

اسی جہالت کی وجہ سے احمق کا لقب تجھے رسول اللہؐ سے ملا۔فرمایا کہ ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے۔اور احمق وہ ہے جس کا نفس اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ سے امیدیں باندھے۔''

اے نفس، دنیا کی زندگی میں نہ کھو جا! اللہ تعالیٰ سے غلط امیدیں نہ باندھ! اپنی فکر آپ کر اپنا وقت ضائع مت کر، کہ گنتی کے چند سانس تیرے پاس ہیں۔ایک سانس جاتا ہے، اتنا ہی وقت کا خزانہ کم ہو جاتا ہے۔

جتنی مدت آخرت میں رہنا ہے، اسی قدر دنیا میں اس کی تیاری کر۔جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہے، اسی حساب سے تو دنیا میں کھانا، کپڑے اور لکڑیاں جمع کرتا ہے۔ان میں سے کسی چیز میں اللہ کے کرم پر تکیہ نہیں کرتا کہ وہ محض اپنے فضل سے، کپڑوں اور آگ کے بغیر، تجھے سردی سے بچالے گا، حالانکہ وہ اس پر قادر ہے۔پھر کیا تیرا خیال ہے کہ دنیا کی سردی کے مقابلے میں جہنم میں سردی کم ہوگی، یا تھوڑے دن رہے گی، یا کچھ کیے بغیر اس سے بچ جائے گا؟ نہیں، جہنم کی سردی تو حید اور اطاعت کے بغیر نہیں جانے کی۔اللہ کا یہ کرم کیا تھوڑا ہے کہ تجھ کو جہنم سے بچنے کا طریقہ بتا دیا اور اس کے لئے سارا سامان مہیا کر دیا، جس طرح اون اور آگ کو پیدا کیا، تا کہ تو خود سردی سے اپنا بچاؤ کر سکے۔

تیری خرابی ہو اے نفس، جس طرح دنیا کے لیے تیاری کرتا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر آخرت کے لیے تیاری کر!

اے نفس، میں دیکھتا ہوں کہ تجھے دنیا سے محبت ہے، اور اس کی جدائی تجھ پر شاق ہے۔تو اللہ تعالیٰ کے عذاب و ثواب اور قیامت کے ہول سے غافل ہے۔حالانکہ تو دنیا میں مسافر ہے، اور یہاں کی چیزیں سفر کرنے والوں کے ساتھ نہیں جاتیں۔کیا تو گزرے ہوئے لوگوں کا حال نہیں دیکھتا؟ جن مکانوں میں رہنا ہی نہیں، وہ کیسے عالی شان بنائے، پھر چھوڑ کر چلے گئے۔رہنے کی

جگہ زمین کے اندر قبر ہے،اس کی فکر ہی نہ کی۔شاید لوگوں کے درمیان عزت ومرتبہ کی محبت سے تیری آنکھوں پر چربی چھا گئی ہے؟ زمین پر ساری لوگ اگر تیری عزت کریں، تیری تعریف کے گن گائیں،اور تیرا کہا مانیں،پھر کیا تو نہیں جانتا کہ چند برس کے بعد نہ تو رہے گا، نہ یہ سارے لوگ۔پھر ایک زمانہ آئے گا جس میں نہ تیرا ذکر رہے گا، نہ ان شخصوں کا جو تیرا ذکر کرتے تھے۔

اے نفس،موت نزدیک آ گئی ہے، جو کرنا ہے اب کرلے۔تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھے گا، نہ روزہ رکھے گا، نہ تجھ سے اللہ کو راضی کرے گا۔زندگی کے یہ چند روز ہی ہیں، یہی تیرا سرمایہ ہے،اس سے تجارت کرلے۔اکثر سرمایہ تو ضائع کر چکا ہے،اگر تمام عمر اس بربادی پر روئے تب بھی کم ہے۔مُردوں کا لشکر گھر کے باہر تیرا منتظر ہے۔انہوں نے پکی قسم کھا رکھی ہے کہ تجھے ساتھ لیے بغیر نہیں ہلیں گے۔یہ سب یہی تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہمیں ایک روز مل جائے کہ دنیا میں جا کر اپنے گناہوں کا تدارک کر دیں۔تیرے پاس آج یہ ایک روز ہے، جو اگر تو بیچے تو یہ مردے تمام دنیا کے عوض بھی اسے خرید لیں،اگر ان کو قدرت ہو۔

اے نفس،تجھ کو ذرا شرم نہیں۔اپنے ظاہر کو تو خلق کے لیے سنوارتا ہے،اور باطن میں بڑے بڑے گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے۔اے نفس، کیا یہ عقلمندی ہے کہ تو ہر روز اپنے مال کے زیادہ ہونے سے تو خوش ہو،مگر عمر کے کم ہونے کا کچھ غم نہ ہو۔اے نفس،یاد رکھ کہ دین اور ایمان کا بدل کوئی چیز نہیں،اور اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں۔

اے نفس،اب میری نصیحت مان، کہ جو نصیحت سے منہ پھیرتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے۔اگر دل کی پستی نصیحت کو قبول کرنے میں مانع ہو تو اس سختی کو تہجد گزاری اور آہ نیم شبی سے دور کر،اور اقربا سے حسن سلوک اور یتیموں پر مہربانی وشفقت کر۔یہ بھی کارگر نہ ہو تو جان لے کہ شاید اللہ نے دل پر مہر لگا دی تو اپنے سے ناامید ہو جا۔لیکن نا اُمیدی کفر ہے ،اس لیے تو ناامید ہو نہیں سکتا،اور امید کی بھی کوئی صورت نہیں۔

تو اب یہ دیکھ کہ جس مصیبت میں مبتلا ہے اس پر تجھے غم ہوتا ہے کہ نہیں،کوئی آنسو آنکھ سے گرتا ہے کہ نہیں۔اگر گرتا ہے تو آنسو منبع رحمت ہے،اور ابھی امید کی جگہ باقی ہے۔بس تو ارحم الراحمین کے سامنے فریاد کر،اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکوہ کر۔اس لیے کہ تیری مصیبت بہت

بڑھ گئی۔اب کوئی راستہ اور ٹھکانہ اور بھاگنے کی جگہ اور فریاد کا سننے والا، اس عالی سرکار کے سوا کہیں نہیں۔اس کے سامنے گریہ وزاری کر، اور دھاڑیں مار۔وہ گڑگڑانے والوں اور رونے والوں پر رحم کرتا فرماتا ہے، اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے۔اب، جب سب راستے بند ہو گئے، تو جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے، اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے۔اس کی رحمت وسیع، اور اس کا کرم عام، اور اس کے عفو میں ہر خطا شامل ہے۔

(ماخوذ از احیاء علوم الدین، ج 4 تدوین و ترجمہ، خ۔م)

مراسم عبودیت اور کعبۃ اللہ

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کی جڑ کاٹنے کے لئے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عبودیت کے اظہار کے لئے جو صورتیں دنیا میں پائی جاتی ہیں اور انسان کی فطرت جن جن شکلوں میں پرستش کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ان سب کو ہر جگہ ممنوع ٹھہرا دیا اور صرف خانہ کعبہ کو اپنا گھر قرار دے کر حکم دے دیا کہ ان سب صورتوں سے یہاں ہمارے حضور بندگی بجالاؤ۔یعنی: ☆اپنے معبود کے سامنے رکوع و سجود کرنا چاہتے ہو تو اس گھر کی طرف رخ کر کے جھکو اور کسی دوسری چیز کے آگے نہ جھکو۔☆طواف کرنا چاہتے ہو تو یہ ہمارا گھر ہے۔اس کا طواف کرو، کسی اور چیز کا طواف نہ کرو۔☆آستانہ بوسی کرنا چاہتے ہو تو حجر اسود ہمارے آستانے کا پتھر ہے۔اسے چومو اور کسی دوسرے آستانے کو نہ چومو۔☆معبود کی چوکھٹ سے چمٹ کر دعائیں کرنا چاہتے ہو تو ملتزم ہماری چوکھٹ ہے۔اس سے لپٹو اور گڑگڑا کر دعائیں مانگو۔☆تیرتھ یاترا یعنی مقدس مقام کی زیارت یا درشن کرنا چاہتے ہو، یہ تمہارے لئے تیرتھ ہے۔اس کی زیارت کے لئے دنیا بھر سے کھچ کھچ کر آؤ اور ہر دوسرے تیرتھ کی یاترا چھوڑ دو۔☆اپنے معبود کی بارگاہ پر چادریں چڑھانا چاہتے ہو تو یہ ہماری بارگاہ ہے، چادر چڑھانے کا جو جذبہ تمہارے دل میں ہے یہاں چادر چڑھا کر اس کی تسکین کر لو اور پھر کسی دوسری جگہ چادریں نہ چڑھاتے پھرو۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں ایک گھر کو اپنی طرف ایک خاص نسبت دے کر پرستش کی ان ساری شکلوں کو جو مشرکین اپنے بناوٹی معبودوں کے لئے اختیار کرتے تھے، ہر آستانے پر حرام کر دیا اور اہل توحید کو حکم دیا کہ وہ ساری شکلیں ہمارے اس آستانے پر برتی جائیں اور بس اسی جگہ کے لئے مختص رہیں۔یوں خانہ کعبہ کا حکم ہر دوسرے مقام سے مختلف ہو گیا۔اور جو کچھ دوسری جگہ شرک ہے، وہ یہاں توحید ہے۔(استفسارات جلد 3۔ص۔249) (مولانا مودودیؒ)

حمد باری تعالیٰ

(پروفیسر محمد احمد شاؔد)

دو عالم کے لب پہ ترانہ ترا ہے ۔۔۔ ملک ہو یا انسان، دوانہ ترا ہے

پرایا تیرا ہے یگانہ تیرا ہے ۔۔۔ کہ فیصلہ منصفانہ ترا ہے

یہ سورج، یہ تارے، قمر، کہکشائیں ۔۔۔ زمین، آسماں سب زمانہ ترا ہے

پرندوں کے لب پہ تیرے زمزمے ہیں ۔۔۔ چمن در چمن شادیانہ ترا ہے

سبھی کھیت تیرے ہیں کھلیان تیرے ۔۔۔ چلا ہے جدھر کارخانہ ترا ہے

ہو ندی کہ دریا، یہ گلشن کہ صحرا ۔۔۔ ہے جو کارواں وہ روانہ ترا ہے

ہے پاؤں میں ساری زمیں تیری مولا! ۔۔۔ سروں پہ فلک شامیانہ ترا ہے

تو موجود، معبود، مسجود ہر دم ۔۔۔ سدا ٹھاٹھ جگ میں شہانہ ترا ہے

سمندر ہو، قطرہ ہو، صحرا یا ذرہ ۔۔۔ گلستاں ہو یا آشیانہ ترا ہے

غریبوں پہ ہر دم ہے تیری عنایت ۔۔۔ ستم کیلئے تازیانہ ترا ہے

ہیں خیرہ و سرکش بھی محتاج تیرے ۔۔۔ سلوک اُن سے بھی مشفقانہ ترا ہے

گدا گر کریں تیرے در کی گدائی ۔۔۔ شہوں کو میسر خزانہ ترا ہے

دیا رزق تو نے ہے سارے جہاں کو ۔۔۔ ہے جس گھر میں بھی آب و دانہ ترا ہے

نہ ماں باپ تیرے نہ اولاد کوئی ۔۔۔ مگر سارا عالم گھرانہ ترا ہے

تو یکتا ازل سے تو تنہا ابد تک ۔۔۔ بقا سے سدا شاخسانہ ترا ہے

نہیں چوک جاتا، کسی بھی جو صورت ۔۔۔ خدایا! فقط و دنشانہ ترا ہے

تری یاد دل میں شب و روز جاری ۔۔۔ سبھی کے لبوں پہ فسانہ ترا ہے

ثنا کا ہنر شاؔد کو ہے دیا جو ۔۔۔ یہ بخشش کا اُسکی، بہانہ ترا ہے

مغربی ثقافتی یلغار

میرے گھر کی فضا کچھ بدلی سی معلوم ہوتی ہے۔نہ جانے کئی دنوں سے یہ احساس کیوں ہونے لگا ہے کہ کوئی ہمارے گرد گھیرا تنگ کررہا ہے۔ہمارے گھر کے معاملات میں دخل اندازی کررہا ہے۔ہمارے بھائیوں کے درمیان اختلافات ڈال کرہمیں کمزور کرنا چاہتا ہے۔ہماری ماؤں،بہنوں کواحساس کمتری کا شکار کرکے باہم لڑائی جھگڑے اور بے حیائی کوفروغ دینا چاہتا ہے ہماری وہ کتابیں جو ہمارے باپ دادانے دیں،وہ چھین کر بے ہودہ اورفحش لٹریچر تھمانا چاہتا ہے۔ تاکہ ہمارے مستقبل سے اچھی طرح کھیل سکے۔یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہے؟اور وہ ظالم ہے کون جس نے ہمیں تباہی کے دہانے پرکھڑا کیا؟یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات تلاش کئے جائیں تو کوئی مشکل کام نہیں لیکن بات صرف سمجھنے کی ہے۔جی ہاں!یہ ہے میرا گھر پاکستان جس میں میں اور آپ رہتے ہیں۔اس میں پانچ بھائی پنجاب،سندھ،سرحد،بلوچستان اور کشمیر آباد ہیں۔اٹھاون سال سے یہ بڑی محبت کے ساتھ رہ رہے تھے لیکن۔۔۔اب فضابدلی ہوئی ہے۔ پورے گھر کی فضا مغربی ثقافت کی لپیٹ میں ہے۔بے حیائی،آغا خاں تعلیمی بورڈاورترک جہاد کی صورت میں یہ ثقافتی بادل اتنے تیزی سے اُمڈ رہے ہیں کہ ذراسی غفلت سے کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔شیطان کے ان چیلوں نے مرحلہ وار منصوبہ شروع کیا ہے پہلے انہوں نے پردہ اورحجاب کوجاہلیت کی علامت قراردیا اورمیڈیا پرخوب اچھالا۔ساتھ ساتھ بے حیائی کوفروغ دیا۔حکومت وقت کی سرپرستی میں ڈش،کیبل،ٹی وی،وی سی آر،اورفلموں،گانوں کی سی ڈیز کوایسا عام کیا کہ گھر گھر پہنچادیں۔غریب امیر ہرایک باآسانی گھر بیٹھے بے حیائی دیکھ سکتا ہے۔جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ وہ گھرانے جہاں کبھی بہن بھائی ریڈیو سے نشر ہونے والے فلمی گانے شرم کی وجہ سے اکٹھے بیٹھ کر نہ سن سکتے تھے،آج وہی مسلم گھرانے ہیں کہ بہن بھائی کیا ماں باپ، ساس بہوایک ساتھ بیٹھے مکمل عریاں مناظر دیکھتے ہیں۔لیکن ان کی پیشانی پرشرم وحیاء کی باریک سی لکیر بھی نہیں ابھرتی۔گویا کہ حیاء کا پانی ہی ان کی آنکھوں سے ختم ہوچکا ہے۔قربان جایئے صاحب اقتدار پر کہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اس کو روشن خیالی کا نام دے کرسرپرستی کررہے ہیں۔

دوسری طرف یہود ونصاریٰ عصری تعلیم کے ذریعے ہماری ثقافت یعنی نوجوان نسل کے افکار وخیالات، عقائد اور نظریات کو یکسر تبدیل کر رہے ہیں۔ یہ آج کل کا تیار کردہ منصوبہ نہیں بلکہ 170 سال قبل 7 مارچ 1835ء کو تیا کیا گیا تھا جب انگریزی تعلیمی نصاب کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا صدر ''لارڈ میکالے'' تھا۔ لارڈ میکالے نے صدارتی خطاب میں کہا ''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو کروڑوں کے درمیان ہماری مترجم اور نمائندہ ہو۔ یہ جماعت شکل وصورت کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر سوچ وفکر کے لحاظ سے انگریز ہو'۔ اس کے بعد 1918ء میں یہودیوں نے ایک سازشیں تیار کی۔ یہ سازش خفیہ دستاویز کی شکل میں تھی جس میں وہ تمام منصوبے اور سازشیں موجود تھیں جن پر آج یہودی ونصرانی امریکہ کی سرپرستی میں سبک رفتاری سے عمل پیرا ہیں۔ یہ وہی دستاویز ہے جو یورپ میں (Zions protects of the Elders) کے نام سے مشہور ہے۔ ''آغا خان تعلیمی بورڈ'' بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ جس کی منظوری 13 اگست 2003ء کو ایک ایسی تقریب میں دی گئی جس میں امریکہ سفیر ''نینسی پاول'' نے سابقہ وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال اور یونیورسٹی کے ریکٹر پرنس آغا خاں کے پاکستان میں نائب وخاص ڈاکٹر لاکھانی کے ساتھ 45 ملین ڈالرز کی گرانٹ کے معاہدہ پر دستخط کئے۔ یہ انوکھی گرانٹ تھی جو حکومت کے علاوہ کسی نجی ادارہ کو اتنی بڑی مقدار میں دی گئی۔ حالانکہ ملک میں پہلے ہی 24 سے زائد تعلیمی بورڈ موجود ہیں لیکن یہ بھاری بھرکم گرانٹ صرف آغا خاں تعلیمی بورڈ کو دینے کا کیا مقصد؟ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امریکہ پاکستان کے نظام تعلیم کو اپنے پالتو ایجنٹوں کے ذریعے ہر صورت بدلنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امریکہ ترک جہاد کا نعرہ لگا کر ہمیں دفاعی اعتبار سے کمزور کرنا چاہتا ہے۔ یہ نعرہ آج کا نہیں بلکہ درجنوں سال پہلے اس نعرہ کو مسلمانوں میں پھیلانے کے لئے انگریز نے مرزا غلام احمد قادیانی کو استعمال کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس نے تحریک نبوت کے نوجوانوں کی قربانی قبول فرما کر اس فتنہ سے ہماری حفاظت کی۔ اس وقت امریکہ اور اس کے حواری جہاد کو بدنام کرنے اور رب کائنات کی محبت مسلم نوجوانوں کے دلوں سے نکالنے پر تلے ہوئے ہیں۔

آئے دن نئے نئے ہتھکنڈے استعمال کئے جارہے ہیں۔سب سے بڑا واویلا یہ ہے کہ مسلمان جہاد کے نام سے دنیا کو دہشت گردی کی آگ میں جھونکنا چاہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ اسلام شدت پسند اور دہشت گرد مذہب ہے۔یہ واویلا میڈیا کے ذریعے سے اتنا اچھالا گیا کہ آج اپنوں کی زبانیں بھی غیروں کے بول بولنے لگی ہیں۔

غیروں کی نفرتوں کا گلہ ہم نے کب کیا
اپنوں کی شفقتوں کے ستائے ہوئے ہیں ہم

تو میرے بھائیو! اب سوچنا یہ ہے کہ اس وقت جتنے بھی چیلنجز قوم کو درپیش ہیں ان سے نپٹنا، مقابلہ کرنا اور قوم کا دفاع کرنا کس کے ذمہ ہے؟ نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ سب ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ہے کیونکہ نوجوان ہر قوم کا سرمایہ ہوتا ہے۔قوموں کا عروج وزوال، نشیب وفراز اس کے نوجوانوں پر ہوتا ہے۔نوجوان ایک طاقت، قوت، وقت کی آواز، گفتار اور للکار ہوتا ہے۔قوم کو اس سے بہت سی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں اور غیروں کو سب سے زیادہ خطرہ بھی انہی نوجوانوں سے ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی منصوبے تیار ہوتے ہیں ان کا اصل ٹارگٹ نوجوان طلباء ہوتے ہیں۔جیسا کہ راقم نے مغربی یلغار کے تین ایشوز اٹھائے ہیں۔

بے حیائی کا فروغ، آغا خاں تعلیمی بورڈ اور ترک جہاد۔اس بات کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ ان تینوں ایشوز میں اصل ٹارگٹ نوجوان طلباء ہیں۔چونکہ امریکہ ومغرب کو معلوم ہے کہ اگر وہ اس نوجوان نسل کو کنٹرول کر لیتے ہیں تو مستقبل کی ساری قوم اور قیادت ان کی مٹھی میں ہوگی۔اس لئے آئے دن ہمیں اسلامی تعلیمات اور علماء سے دور کیا جارہا ہے۔ہمارے سکول وکالجز اور یونیورسٹیاں جہاں پہلے سے ہی اسلامی تعلیم برائے نام ہوتی ہے انہیں بھی مکمل طور پر اسلام سے بیگانہ کیا جارہا ہے اور جہاد جیسے عظیم فریضہ سے دور کیا جارہا ہے۔سب سے پہلے ہمیں بے حیائی کے سونامی میں دھکیل کر ہماری غیرت کا جنازہ نکالا جارہا ہے۔چونکہ جو قوم بے حیا ہوجائے تو ذلت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔جس کی زندہ جاوید مثال جرمنی کی صورت میں موجود ہے۔جس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔

دوستو! اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو لمحہ بہ لمحہ قدم بہ قدم راہنمائی کرتا ہے۔ کسی موڑ پر اکیلا نہیں چھوڑتا۔ اس لئے اسلام نے حیاء کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا ہے۔

اسلام بے حیائی سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا و آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ (عذاب کی شدت کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (سورۃ نور 19)

یہ تو اس شخص کے بارے میں ہے جو غیر کے بارے سوچے، جو خود اس کا شکار ہو اس کا کیا حال ہوگا۔ اس طرح نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی قسم بے شک میں غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اس نے فحاشی، بے حیائی، بے شرمی اور بدکاری سے منع فرمایا ہے''۔

(مسند احمد جلد صفحہ 362)

آگے عمل کی ذمہ داری ہماری ہے۔

دوستو اور عزیزو! ایک طرف تو ہمیں بے حیاء بنانے کی کوشش ہے، دوسری جانب ہمارے نصاب تعلیم پر شب خون مارنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ آغا خاں تعلیم بورڈ کی صورت میں ایک بھیانک سازش کو عملی جامہ پہنایا جارہا ہے۔ آغا خاں (اسماعیلی) تعلیمات میں سوائے کفر و الحاد اور شرک کے کچھ نہیں اور اسی کی تعلیم وہ ساری پاکستانی قوم کو دینا چاہتے ہیں اور ہماری نسل نو سے نظریہ پاکستان چھین کر سیکولر بنانا چاہتے ہیں۔ تیسری جانب رب کائنات کو سب سے زیادہ محبوب دین صرف اسلام کو دہشت گرد مذہب قرار دیا جارہا ہے۔

دوستو! اصل حقیقت یہ ہے کہ دہشت گردی کسی بھی انسانی معاشرہ میں جنم لے سکتی ہے۔ اس کا کوئی دین، مذہب، ملت اور وطن نہیں ہوتا۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کہیں اپنے ملک و ملت، رنگ و نسل، قوم قبیلہ اور زبان و ثقافت کی تفاوت و برتری کا خود ساختہ تصور انسان کو دیگر اقوام کے خلاف دہشت گردی پر اکساتا ہے تو کہیں اپنے عقائد و ادیان، افکار و نظریات کو دوسروں پر زبردستی

مسلط کرنے کا جنون اس کا باعث بنتا رہا ہے ۔اس ضمن میں اگر یہودیوں اور عیسائیوں کے پیشواؤں، کمیونزم، سوشلزم اور نازی ازم کے پجاریوں برصغیر پاک وہند میں انگریز، وسط ایشیاء میں روس، الجزائر مراکش میں فرانس، ہیروشیما، ناگاساکی، ویتنام اور کوریا میں امریکیوں کی لاکھوں انسانوں کے خلاف دہشت گردی کو قصہ ماضی سمجھتے ہوئے بھلا بھی دیا جائے تو بھی موجودہ دور میں ہندوستان وکشمیر میں انتہاپسند ہندو بنئے، فلسطین میں یہودی، برما و تھائی لینڈ میں بدھ مت، کوسوو، بوسنیا، فلپائن افغانستان اور عراق میں عیسائیوں کے انسانیت کے خلاف بھیانک جرائم کو دہشت گردی کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے ۔اگر مسلمان اپنے دفاع کے لئے علم جہاد بلند کرتے ہیں تو دہشت گرد ہیں اور کفر یہ طاقتیں خون کی ندیاں بہا کر بھی امن کی ٹھیکیدار ہیں؟ کیا ہوگیا اہل حق کو؟ سمجھتے کیوں نہیں؟ ان کی نظریں حق دیکھنے سے کیوں قاصر ہیں ---جب بھی دیکھتی ہیں الٹا ہی دیکھتی ہیں ۔

دوستو! اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ ہماری ذمہ داری کیا ہے---؟ جی ہاں---ہماری ذمہ داری یہ کہ ہم سچے مسلمان بن جائیں ۔ہمارا اٹھنا بیٹھنا، وضع قطع، رہن سہن، دوستی ودشمنی، معاملات ومعاشیات، اقتصادیات اور اخلاقیات ہمارے پیارے نبی ﷺ کے طریقے کار کے مطابق ہوجائیں ۔یہ ایسی ثقافت ہے کہ خود مغرب کے اپنے مورخ اس کی تعریف کرتے نہیں تھکتے ۔ہم اپنے آپ کو درست کرلیں تو غیر کی کیا مجال ہے کہ وہ اپنی گندی اور غلیظ ثقافت زبردستی ہمارے سر تھوپے ۔میرا اور آپ کا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم تعلیم کسی مشن اور مقصود کو سامنے رکھ کر حاصل کریں ۔تعلیم کا مقصد محض دنیاوی آسائش حاصل کرنا نہ ہو اور نہ یہ کہ کسی اونچی پوسٹ یا عہدہ کی تلاش ہو ۔ایک نظریاتی مسلم طالب علم کے لئے چاہے وہ کلاس روم میں ہو یا کسی ائیر کنڈیشنڈ آفس میں---اسلام ہمیشہ مقدم ہو اور ذہن میں ہر وقت اسلام کی تبلیغ اور جہاد کے ذریعے اسلام کے غلبہ کی فکر ہو ۔چاہے صحافت کا میدان ہو، تدریس کا میدان ہو یا جہاد کا عظیم فریضہ ہو، کسی بھی میدان میں اُتر کر اسلام اور پاکستان کے لئے خدمات سرانجام دے سکتے ہیں ۔اللہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق دے ۔آمین ۔ (بشکریہ ماہنامہ ’ضرب طیبہ‘‘)

حلال اور حرام کاتصور

(امتیاز احمد)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔سورۃ البقرہ:188

ولا تاکلوا امولکم بینکم بالبطل وتدلوابها الی الحکام لتاکلوافریقامن امول الناس بالاثم وانتم تعلمونo

(ترجمہ)اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو(رشوت کے طور پر) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے)تم جانتے بھی ہو۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضورﷺ کے دو صحابیوں کے درمیان زمین کے ایک ٹکڑے کے بارے میں تنازعہ پیدا ہوگیا۔دونوں حضور کے پاس آئے مدعی کے پاس گواہ نہیں تھا۔اللہ کے پیغمبرﷺ نے مدعا علیہ سے پوچھا کیا تم قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ یہ تمہاری ملکیت ہے وہ حلف کے لئے راضی ہوگیا۔حضورﷺ نے یاد دہانی کے طور پر مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔سورۃ آل عمران:77

ان الذین یشترون بعهد الله وایمنهم ثمنا قلیلا اولئك لاخلق لهم فی الاخرة ولا یکلمهم الله ولاینظر الیهم یوم القیمة ولا یزکیهم ولهم عذاب الیمo

(ترجمہ)جو لوگ خدا کے اقراروں اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ان سے خدا نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

مدعا علیہ نے یہ آیت سنی تو اس نے قسم کھانے سے انکار کردیا۔کیونکہ اسے اس بات کا خوف ہوا کہ اگر اس زمین کی ملکیت کے حکم نامے پر کسی شک وشبہ کی صورت نکلی تو میں بروز قیامت سراسر خسارے میں ہونگا۔اس لئے حضورﷺ نے مدعی کو زمین کا وہ ٹکڑا دے دیا۔پس جس طرح

دوسروں کی املاک پر غلط طریقہ سے قبضہ کرنا حرام ہے اسی طرح جھوٹا مقدمہ، جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی یہ سب حرام ہیں۔

البقرہ کی آیت نمبر 188 میں بینکم کا استعمال کافی دلچسپ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کا سبق دینا چاہتا ہے کہ دوسروں کی ملکیت کو غصب کرنا دوسروں کو اکساتا ہے کہ وہ بھی تمہاری ملکیت غصب کرلیں۔مثال کے طور پر اگر ایک آدمی دودھ میں پانی ملاتا ہے دوسرا کھانے کی ناقص چیزیں بیچتا ہے۔ایک تیسرا شخص اچھی اور بری کھجوریں ملا کر بیچتا ہے، ہر شخص ایک دوسرے بھائی کی دولت کو غلط طریقہ سے نگل رہا ہے۔درحقیقت یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنی ہی دولت کو غلط طریقہ سے استعمال کرے اور اس صورت میں ہر ایک کا خسارہ ہی خسارہ ہے۔اس سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ دوسروں کو مالی نقصان اٹھانے کا بالکل اسی طرح دکھ ہوتا ہے جیسے ہمیں اپنے مال کے ضائع ہونے پر دکھ ہوتا ہے۔پس دوسرے کے مال کی حفاظت اس طرح کرو جیسے تم اپنے مال کی کرتے ہو۔

ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا میں تمہاری طرح ہی ایک انسان ہوں۔تم اپنے تنازعے مجھ تک لاتے ہو۔ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک اپنا دعویٰ اس خوبصورتی سے پیش کرے کہ میں اس کے حق میں فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔یہ مت بھولو کہ صحیح علم صرف اللہ کو ہے۔اگر یہ تمہارا حق نہیں ہے تو اسے مت لو۔اس صورت میں تم کو جو کچھ ملے گا وہ جہنم کا ایک حصہ ہوگا۔(بخاری اور مسلم)

لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بھی عدالت یہاں تک کہ حضور ﷺ کی عدالت بھی حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں ٹھہرا سکتی۔سورۃ البقرہ:168

یـایها النـاس کلوامما فی الارض حللا طیبا ولا تتبعو خطوت الشیطن انه لکم عدو مبین٥

(ترجمہ) اے لوگو جو چیزیں زمین میں حلال اور طیب ہیں وہ کھاؤ۔اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔سورۃ المومنون:51

یایھاالرسل کلوامن الطیبت واعملوصلحاانی بما تعملون علیمo

(ترجمہ)اے پیغمبرو!حلال چیزیں کھاؤاور نیک عمل کرو۔تم جو کچھ کر رہے ہواس سے میں بخوبی واقف ہوں۔

اس آیت سے واضح ہے کہ اگرہم حلال غذا کھائیں گے تب ہی نیک کام کرسکیں گے۔ حضورﷺ نے مزید وضاحت فرمائی کہ یہ حکم صرف پیغمبروں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ تمام امتوں کے لئے بھی ہے۔

ان دونوں آیات میں بھی حلال او رطیب استعمال ہوا ہے یہاں حلال کا مطلب ہے،جس کی اجازت ہے(بغیر کسی روک ٹوک کے)طیب کے معنی ہیں جو نہ صرف حلال ہو بلکہ تمہاری پسندیدہ چیز بھی ہو۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ حرام کھانے والے کی کوئی بھی دعا قبول نہیں ہوتی ۔کئی لوگ عبادت وغیرہ میں مشقت اٹھاتے ہیں۔پھر ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں،یا اللہ یا اللہ ہماری ان دعاؤں کو قبول کرلے۔لیکن اگر ان کا کھانا حرام کا ہے،ان کا پینا حرام کا ہے اور ان کا پہننا حرام کا ہے تو پھر ان کی دعا کیسے قبول ہوگی؟(مسلم)

حضورﷺ کی اور بھی کئی احادیث جس میں حلال وحرام کی وضاحت ہمارے لئے کی گئی ہے۔حضورﷺ نے فرمایا"وہ لوگ جو حلال کھاتے ہیں،میری سنت پر عمل کرتے ہیں۔اور کسی کو ایذا نہیں پہنچاتے،ایسے لوگ جنت میں جائیں گے"۔حضورﷺ کے صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں "اے اللہ کے نبی یہ چیز آپ کے ماننے والوں میں عام ہے۔"اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا،اور مستقبل میں بھی لوگ اس پر عمل کریں گے"۔(ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا"اگر تم نے مندرجہ ذیل چار باتوں پر عمل کیا تو یہ تمہارے لئے کافی ہیں،اگر تم کو ان سے دنیا میں کوئی دوسرا فائدہ حاصل نہیں ہوا تو بھی تمہارے لئے یہ کافی ہیں۔

امانت کی حفاظت کرو۔ سچ بولو۔ دوسروں سے حسن سلوک سے پیش آ ؤ اور حلال کھاؤ۔
ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اللہ کے پیغمبر ﷺ سے درخواست کی کہ وہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری دعائیں قبول فرمالے۔ دوسرے الفاظ میں میں مقبول الدعا ہوجاؤں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے کہا "اے سعد اگر تم حلال اور طیب کھاؤ تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری تمام دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔ یعنی تم مستجاب الدعوات ہوجاؤ گے۔"
اللہ کے رسول ﷺ نے اسی حدیث میں مزید فرمایا "میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے، اگر کوئی انسان حرام چیز کا ایک ٹکڑا بھی کھاتا ہے تو اس کے کسی بھی عمل کو اللہ چالیس دن تک قبول نہیں کرتا۔ اگر کسی کا جسم حرام کھا کر بنا ہے تو اس کا جسم جہنم کی آگ کے ہی لائق ہے"۔
حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا "جب ہم سب میدان حشر میں اکٹھے ہوں گے اس وقت کوئی بھی مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیئے بغیر جا نہیں سکے گا۔ اس نے اپنی زندگی کس طرح گذاری؟ اس نے اپنی جوانی کیسے گذاری؟ اس نے کیسے روزی کمائی؟ اور اسے کہاں خرچ کیا؟ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ (البیہقی، الترغیب)
عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل اور اسکی زبان مسلمان نہ ہوجائے، اور اس کے پڑوسی اس سے ہر قسم کی ایذا سے محفوظ نہ ہوجائیں۔ اور جب آدمی اپنی حرام دولت میں سے خیرات کرتا ہے تو اللہ اسے قبول نہیں کرتا۔ وہ حرام دولت سے خرچ کرتا ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اگر وہ یہ دولت اپنی اولاد کے لئے چھوڑتا ہے تو یہ ان لوگوں کے لئے جہنم کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا۔ البتہ وہ ذات باری برے اعمال کو اچھے اعمال سے دھو دیتی ہے"۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مہاجرین کی ایک جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مندرجہ ذیل پانچ خصلتیں تم میں پیدا نہ ہوں۔

۱۔جب کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون جیسی وبائیں مسلط کردیتے ہیں جن کے بارے میں ان کے آباؤاجداد کو بھی علم نہیں تھا۔

۲۔جب لوگ تولنے میں بے ایمانی کرنے لگیں تب اللہ ان پر قحط اور مہنگائی نازل فرمادیتا ہے۔ایسے لوگوں کو انتہائی جسمانی اذیت ملتی ہے۔اور انہیں حکام کے مظالم کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۳۔اگر وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو ان کی زمینوں پر بارش بند کردی جاتی ہے۔

۴۔جب وہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے کئے ہوئے وعدے فراموش کردیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ غیر قوم کو ان پر مسلط کرتا ہے، جو ان کی دولت بذریعہ طاقت چھین لیتی ہے۔

۵۔اگر حکمران طبقہ قرآن حکیم میں دیئے گئے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درمیان نفاق پیدا کردیتا ہے اور وہ ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔(مسلم)

یہ دلچسپ بات ہے کہ قرآن پاک میں ماہ صیام کی تفصیل کے فوراً بعد سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 188 میں حلال وحرام کا بیان ہے۔چونکہ روزے کے دوران کئی حلال اشیاء بھی منع ہیں اس طرح روزے کے دوران ہمیں بعض حلال اشیاء سے بھی دور رہنے کی تربیت دی جاتی ہے۔یہ تربیت اور صبر ہمارا بہت قیمتی سرمایہ ہے۔اس کے باعث ہمیں حرام اشیاء سے پوری طرح اجتناب کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

اس کے علاوہ روزہ داروں کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ وہ صرف حلال چیزوں سے ہی روزہ کھولیں۔اگر یہ حرام اشیاء ہیں تو ایسا روزہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول نہ ہوگا۔

حلال اور حرام کا فیصلہ کسی پیغمبر کے اختیار پر بھی نہیں چھوڑا گیا ہے۔جیسا کہ سورۃ تحریم آیت نمبر 1 میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یایها النبی لم تحرم ما احل اللّٰه لك تبتغی مرضات ازوجك و اللّٰه غفور رحیم٥

(ترجمہ)اے نبیؐ جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کردیا ہے اسے آپ کیوں حرام

کرتے ہیں۔کیا آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والااور رحم کرنے والا ہے۔

یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ حرام اور حلال کا صحیح فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتے ہیں۔

پس دنیا کی کوئی طاقت یا حکومت حلال وحرام کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکتی کیونکہ مختلف پارٹیوں کے مفاداس میں شامل ہوں گے۔اس طرح دباؤ کے تحت تیار کئے گئے فیصلے خواہ وہ ذاتی ہوں یا بین الاقوامی انصاف پر مبنی نہیں ہوتے اور اس لئے وہ قابل قبول بھی نہیں ہوں گے۔صرف اللہ کے حرام وحلال کا قانون ہی تمام لوگوں کے لئے منصفانہ اور قابل قبول ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس لائق بنائے کہ ہم ہمیشہ حلال کے عادی رہیں۔اور حرام سے بچیں۔آمین ثم آمین!

دوسرے مسلک کی کتاب!

حضرت کعب بن احبارؓ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں۔کافی دیر بعد بلکہ خلافت فاروقی میں مشرف باسلام ہوئے۔کسی نے اس تاخیر کی وجہ دریافت کی، جواب دیا کہ "میرے والد نے مجھ کوتورات سے ایک تحریر نقل کرکے دی تھی اور ہدایت کی تھی کہ اس پر عمل کرنا۔اور دوسری تمام کتابوں پر مہر لگا کر مجھ سے وعدہ لیا کہ ان کو نہ کھولنا۔میں اس تحریر کے موافق عمل کرتا رہا۔جب اسلام کا خوب غلبہ ہونے لگا اور کسی کا خوف نہ رہا تو مجھے یہ خیال ہوا کہ میرے والد نے مجھ سے کچھ علم چھپایا ہے۔چنانچہ میں نے مہرتوڑ کر کتابیں پڑھیں تو مجھے نظر آیا کہ ان میں محمدﷺ اور ان کی امت کے اوصاف لکھے ہیں۔اس وقت مجھ پر اصل حقیقت منکشف ہوئی اور میں اسلام لے آیا۔

آپ اہل کتاب تھے۔عالم دین تھے لیکن جب حق بات آپ پر ظاہر ہوئی تو اس کے قبول کرنے میں ذرا برابر بھی تامل نہ کیا بلکہ فوراً اسلام لے آئے۔یہ علامات اس قدر واضح تھیں کہ بعض نے آپ کو صرف انہی علامات سے پہچانا جو ان کی کتابوں میں مذکور تھیں۔

ہمارے علماء اور مسلک کے لوگ آج بھی یہی کرتے ہیں کہ اپنے مریدوں کو تاکید کرتے ہیں کہ دوسروں کی کتاب کو ہاتھ نہ لگانا اور ترجمہ تک نہ پڑھنا۔(سعدیہ بشیر،نواب شاہ،سندھ)

دو بھوکے بھیڑیے

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریاں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں، وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے جس قدر انسان کی مال وجاہ کی حرص فساد ڈالتی ہے (ترمذی)

تشریح: حضور اکرم ﷺ کی دو صفات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہیں، بشیر اور نذیر۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ کے طریقہ تربیت میں دو خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ ایک تو خطرے سے آگاہ کرتے ہیں، دوسرا کسی بہت بڑے فائدے کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں حضور اکرمؐ نے ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ فرمایا۔ اور وہ ہے انسان کے دل میں مال وجاہ کی حرص کا پیدا ہو جانا ایک فرد میں یہ برائی ہونا معاشرے کے لئے اس قدر بگاڑ کا باعث بنتی ہے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر حضور اکرمؐ نے اس بگاڑ کو ایک مثال یا تشبیہ سے واضح فرمایا ہے۔ اس تقابل سے انسان کی مال وجاہ کی حرص کا بگاڑ سمجھ میں آجاتا ہے۔

تصور کیجئے کہ بھیڑیا جو درندہ ہے جس کی سرشت چیرنا پھاڑنا ہے اور وہ اسی تاک میں رہتا ہے، اسے بکریوں کے ایک ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے۔ یہاں دو باتیں اور قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ بھیڑیے دو ہوں اور بھوکے ہوں۔ پھر یہ کہ انہیں کسی رکاوٹ کا خطرہ نہ ہو کیونکہ وہ ارادتاً ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں۔ تو اندازہ کیجئے کہ وہ کس قسم کی تباہی کا موجب ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ آزادی سے جی بھر کے شکار کریں گے۔ مگر بکریوں کا ریوڑ ایک ہے اور وہ دو ہیں۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ دو دو، تین تین بھیڑ بکری پھاڑ کھائیں گے۔ جب سیر ہو گئے تو چیرنے پھاڑنے کا محرک ہی نہ رہا۔ پھر یہ ہے کہ ان کے آپس میں الجھنے یا ایک دوسرے سے چھیننے کا موقع بھی نہیں۔ کیونکہ

ایک ریوڑ ہے، وہ اطمینان سے اور آزادی سے چیر پھاڑ کر کے کھائیں گے اور سیر ہو کر مطمئن ہو جائیں گے۔ باقی ریوڑ خود بخود بچ جائے گا۔

اس کے مقابلے میں ایک انسان جو درندہ نہیں ہے بلکہ اشرف المخلوقات ہے اگر اس کے اندر مال اور جاہ کی حرص پیدا ہو گئی تو اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے کبھی سیری نہیں ہوتی، کسی صورت میں جی نہیں بھرتا۔ مال کی حرص اسے ہمیشہ ننانوے کے پھیر میں رکھتی ہے۔ لکھ پتی ہو جائے تو کروڑ پتی کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے داناؤں نے کہا ہے:

ایں دو چشم تنگ دنیا دار را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

مگر جہاں حرص آ جائے وہاں قناعت کا گزر ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا مال جمع کرنے کی حرص مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی، کہ آدمی کسی مقام پر پہنچ کر تو بس کر سکے۔ اسی طرح جاہ و مرتبہ کی حرص انسان کو کسی حالت میں چین نہیں لینے دیتی۔ جو منصب بھی ملے اس پر اکتفا کرنا ممکن ہی نہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک موقع پر آدمی بلدیہ کا ممبر بننے کے لئے میدان میں آتا ہے۔ دوسرے موقع پر ڈسٹرکٹ کونسل کا ممبر بننے کے لئے بے قرار ہوتا ہے۔ تیسرے موقع پر صوبائی اسمبلی کے لئے ہاتھ مارتا ہے۔ پھر مرکزی اسمبلی کی رکنیت کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ پھر وزارت عظمیٰ پر نظر جم جاتی ہے۔ غرض جاہ و مرتبہ کی حرص ایسی نان سٹاپ گاڑی ہے جس کا کوئی اسٹیشن نہیں ہے۔

یہ پہلو انسان کے شخصی بگاڑ کا ہے۔ یعنی جس آدمی نے مقصد تخلیق ہی یہ سمجھ لیا کہ بنک بیلنس بناتا رہے یا کسی قسم کی لیڈری کے لئے ہی جوڑ توڑ میں لگا رہے، وہ لازماً شرف انسانیت سے محروم ہو گیا۔ اس کے لئے انسان کا لفظ ہی غیر موزوں ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ مال کی حرص کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ مال آئے خواہ کہیں سے آئے، کسی

صورت میں آئے۔چنانچہ مال کا حریص جائزوناجائز،حرام وحلال کی قیود سے ناآشنا ہوتا ہے۔یہ پہلوانسان کی آخرت بگاڑنے کے لئے کافی ہے۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ مال کی حرص انسان کو اپنے حق پر اکتفانہیں کرنے دیتی اور جائز حدود کے اندر رہنا اسکے لئے ممکن نہیں رہتا۔چنانچہ وہ دوسروں کی حق تلفی کرنا،دوسروں کا مال چھیننا خواہ وہ دھوکے سے ہو یا علانیہ،لوٹ کھسوٹ سے ہو اپنا حق سمجھنے لگتا ہے۔چنانچہ ایسے آدمی سے کسی کا مال چھوڑ،عزت وآبرو اور جان تک محفوظ نہیں رہ سکتی اور وہ ایک ایسا بھوکا بھیڑیا بن جاتا ہے جو اس درندگی سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔یہ پہلو معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی ایسی صورت ہے جس کی توقع درندوں سے بھی نہیں ہوتی۔

چوتھا پہلو یہ ہے کہ چونکہ اسے بدنامی کا خیال یا قانون کا ڈر کسی نہ کسی درجے میں ضرور رہتا ہے اس لئے وہ جہاں مصنوعی پردوں کی آڑ میں یہ کھیل کھیلتا ہے وہاں اس کی بھی فکر ہوتی ہے کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مال حاصل کیا جائے۔اس کی یہ جلد بازی جو اس کی مجبوری ہوتی ہے،معاشرے کے لئے وبال بن جاتی ہے۔

پانچواں پہلو یہ ہے کہ جب ایسا آدمی مال جمع کرنے میں بظاہر کامیاب نظر آتا ہے تو کوتاہ اندیش اور ظاہر بین لوگ اس کی نقل کر کے اسی راہ پر چلنے لگتے ہیں۔اس طرح اس کا یہ مرض ایک متعدی بیماری بن جاتی ہے اور ایسے بگڑے ہوئے افراد کی تعداد میں اضافہ ہونے لگتا ہے گویا اسلامی معاشرے کو مادہ پرستی کا گھن لگ جاتا ہے۔اسی طرح جاہ ومنصب کی حرص انسان سے کیا نہیں کراتی۔الیکشن کے موسم میں اس کی بہار دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔جوڑتوڑ کے جو حربے،جھوٹ،لالچ،دھن دھونس،دھمکیوں کی صورت میں اختیار کیے جاتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔کھوکھلے نعرے،جھوٹے وعدے،ڈرامائی خوش خلقی،وقتی بہروپیا۔۔۔پن کیا کچھ دیکھنے میں نہیں آتا۔

اس کا ایک پہلو تو شخصی سیرت کی تباہی ہے کہ انسان کا ضمیر مر جاتا ہے، کوئی تشخص قائم نہیں رہتا، کسی اعلیٰ کردار کی توقع نہیں۔ بلکہ اس میدان میں آ کر انسان بس ایکٹر بن کر رہ جاتا ہے، جو حالات کے مطابق ہر قسم کی ایکٹنگ کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ حالت یہ ہوتی ہے کہ گنگا گئے تو گنگا رام، جمنا گئے تو جمنا داس۔ ماضی قریب کی سیاسی زندگی میں جاہ پرستوں کا پارٹیاں بدلنا اسی ذہنیت کا آئینہ دار ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ جاہ پسند آدمی کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کا قد اگر ایک فٹ ہے تو گز دکھائے اور دوسروں کو یہ ماننے پر مجبور کرے اور اس کے مدمقابل کا قد ایک گز ہے تو اسے ایک فٹ دکھائے۔ تہمت، الزام، بہتان، غیبت، جھوٹ وغیرہ کی فصل پورے جوبن پر آتی ہے یعنی اس نے نہ صرف اپنی سیرت کو داغدار کیا بلکہ دوسروں پر کیچڑ اچھالنے میں بھی فخر محسوس کیا۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ معاشرے میں اعلیٰ سیرت و کردار کے انسان ڈھونڈے نہیں ملتے۔ بس معاشرہ صرف کھوکھلے نعروں پر جیتا ہے اور خودفریبی اور خدافریبی کے فن میں ہر فرد طاق ہوجاتا ہے۔ دیکھیئے! پاکستان کا مطلب کیا؟ **لا الہ الا اللہ** کا نعرہ جو 47ء میں دیا گیا، وہ اب بھی اسی قوت سے موجود ہے۔ مگر معاشرے میں **لا الہ الا اللہ** کا ثبوت نہ نیچے ملتا ہے نہ اوپر، نہ عوام میں نہ خواص میں۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اس سے بڑا افساد کیا بھوکے بھیڑیے پیدا کر سکتے ہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

(از: ماہنامہ ''المرشد'')

نعت شریف

(پروفیسر محمد احمد شاد)

ذاتِ باری پر ہیں ٹھہرے ہر نظر کے زاویئے
سب بدل کے رکھ دیئے، علم و ہنر کے زاویئے

غاصبوں نے پاسبانی کا سلیقہ پالیا
یوں کیئے تبدیل ذہنِ ہر بشر کے زاویئے

ایک اِک خار مفیداں، روپ دھارے پھول کا
سائباں بننے لگے، اِک اِک شجر کے زاویئے

ہر عدوئے جاں ہے لپکا، سر جھکانے کیلئے
ایسے پھیلے چار جانب در گذر کے زاویئے

اُن کے ہاتھوں میں ہے گویا ہر دو عالم کا نظام
ان کی نظروں میں ہیں سمٹے، بحر و بر کے زاویئے

جس طرف سے دیکھئے، ہے شہر اُن کا سامنے
ٹھہر جاتے ہیں یہاں پر ہر سفر کے زاویئے

شآد ذکرِ مصطفےٰؐ میں جان و دل کا ہے سکون
پل میں جاتے ہیں سمٹ خوف و خطر کے زاویئے

تیرا مسلمان کدھر جائے

(نعیم صدیقی)

اے روحِ محمدؐ!۔۔۔تو متشکل ہو کر کبھی آئے تو میں ترے دامن سے لپٹ کر تیری امت کے صدیوں کے دکھ کو اپنے خاموش آنسوؤں کی زبان سے کہہ سناؤں! تیری امت جو ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتی اور چوٹوں پہ چوٹیں سہتی تیرہ چودہ صدیوں کی راہ دراز طے کر آئی ہے۔اس نے بادشاہت کا ابتلاء بھگتا،اس نے ظلِ الٰہیت کے ہاتھوں سے زہر کے پیالے پئے،انسانی درندوں نے پیہم اس کے جسموں سے بوٹیاں نوچیں،یہ جاگیردارانہ نظام کی چکی میں پسی،یہ چنگیزی تلواروں سے ذبح ہوئی،اس کے بیسیوں بغداد اجڑے اور اس کے سینکڑوں دجلے خون سے سرخ ہو کر بہے،یہ آپس میں لڑی اور بھائیوں نے بھائیوں کی جانوں،مالوں اور عزتوں پر بار بار یورشیں کیں،یہ کرۂ ارضی کے کئی گوشوں پر فرماں روائی کرتے رہنے کے بعد وہاں سے مار مار کر۔۔۔کھدیڑی گئی۔پھر یہ غیروں کی غلامی کے آتشیں سمندر کے حوالے کر دی گئی جس نے قرنوں اسے لہروں سے غوطے دیئے! ہماری رام کہانی کتنی دردبھری ہے!

آخر سویا ہوا احساس جاگا،آخر ایمان نے جھرجھری لی،آخری شعور نے کروٹ بدلی،آخر جذبوں کو ہوش آئی! تیری اس امت نے محسوس کر لیا کہ یہ تیری دی ہوئی نعمت اسلام کی ناشکری کی سزا ہے۔اس احساس نے ندامت پیدا کی،ندامت نے ذوق اصلاح وتغیر کو ابھارا،ذوق اصلاح وتغیر نے تحریکوں کی صورت اختیار کی! تحریکوں نے آزادی کا جھنڈا اٹھالیا اور ہر طرف نئی زندگی کروٹ لینے لگی،اس نئی زندگی کی ایک ہی پکار تھی۔۔۔"اسلام! اسلام!"

اس مقصد نصب العین کو نگاہ میں رکھ کر تیرے مسلمان۔۔۔یہی فاقوں مارے مسلمان،یہی ان پڑھ مسلمان،یہی پسماندہ مسلمان،یہ زخم خوردہ اور بدحال مسلمان۔۔۔حجاز اور عراق،شام اور فلسطین،مصر اور ایران،الجیریا،تیونس،ہندوستان اور انڈونیشیا ایک ایک گوشہ ارضی سے کارواں در کارواں اٹھ کھڑے ہوئے۔تیرے کلمے کے دیئے ہوئے جذبوں کو لے کر یہ بڑی بڑی ماہر قوتوں سے الجھ گئے۔انہوں نے دیس دیس میں پھانسیوں کے پھندوں کو چوما،عمر قیدیں

بھگتیں، کولیوں سے سینے چھلنی کرائے، جوان بچے بھینٹ چڑھا دیئے، گھر لٹوائے، جائیدادیں ضبط کرائیں، دل کھول کر مال صرف کئے اور بالآخر اقتدار کے ان آہنی پہاڑوں کو الٹ کر پرے رکھ دیا جو ان کے سروں پر لدے تھے۔

مگر جب یہ کئی نسلوں کی عمریں ان جانبدارانہ معرکوں میں کھپا کر فارغ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ باہر کے خداؤں سے نجات پانے کے ساتھ ہی ساتھ یہ گھر کے خداؤں کے پنجے میں پہلے سے زیادہ بے بس ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ترکیہ سے انڈونیشیا تک ایک ہی نتیجہ رونما ہوتے دیکھا کہ یا تھکی تھکی بادشاہت، شخصی آمریت ڈکٹیٹرشپ مسلط ہو چکی ہے، یا جمہوریت کے ''پردے'' میں ''دیو استبداد'' رقصاں ہے۔ ''اسلام'' تو دور کی چیز تھی۔ ان کو جمہوری فضا تک نہ ملی۔ ان کو عام معنوں میں آزادی نہ ملی، ان کو بنیادی شہری حقوق نہ ملے، ان کو حکومت خود اختیاری نہ ملی۔ ان کو دل کی بات کہنے کا کھلا موقع تک نہ ملا۔ بلکہ اپنوں کی اندھی خدائی تلوار تانے ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

☆ انہوں نے اسلامی نظام کے خواب دیکھے اور ان کے پلے فرسودہ مغربی سیاست وتمدن کے سوا کچھ نہ پڑا!

☆ انہوں نے حق کہنے کی اسلامی آزادی کی آس لگائی اور ان کے دامن میں استبدادی قوانین ڈالے گئے!

☆ انہوں نے اسلامی مساوات کا احیا چاہا اور ان کو روز افزوں سرمایہ دارانہ اونچ نیچ سے سابقہ پڑا!

☆ انہوں نے خدا کا قانون مانگا اور ان کے رہنماؤں نے اپنی من گھڑی شریعت ان کی سر منڈھی!

☆ انہوں نے عدل کے قرآنی معیار کی آرزو کی اور ان کی آنکھوں کے سامنے سرے سے قانون کی عملداری اور عدلیہ کی برتری کی جڑ کاٹ دی گئی!

☆ انہوں نے فارغ البالی کا ماحول ڈھونڈا اور ان کی جھولی میں فاقہ وافلاس کے تحفے ڈالے گئے!

☆انہوں نے ترقی کرنے کے عزائم باندھے اوران کے آقاؤں نے ان کو غیروں کی تقلید کے کولہو میں جوت دیا!

یہ حالات تھے جن میں تیرے کلمے کے پھریرے اڑاتا ہوا پاکستان نمودار ہوا۔ دنیا بھر کے ساٹھ ستر کروڑ مسلمانوں کی نگاہ امید پاکستان کے افق تاریک پر لگ گئی کہ اسی افق سے ایک جہان نو کا سورج نکلنے والا ہے۔ چنانچہ قرارداد مقاصد پاس ہوئی تو لوگوں نے محسوس کیا کہ اب پو پھٹی! اسلامی تقاضوں کے رہنما اصول طے پائے تو اُمیدیں جواں تر ہوگئیں کہ اُجالا پھیل نکلا۔ لیکن اس کے بعد یکا یک غیر اسلامی رجحانات کا کالا غبار اٹھا اور پھیلتے پھیلتے سارے افق پر چھا گیا تو یہ سماں دیکھ کر پھر دگدا میں پڑگئی کہ یہ چمک دمک کہیں صبح کاذب تو نہ تھی!

ان اے روح محمدؐ!۔۔۔ دیکھ کہ یہ خود تیرے ہی مسلمان ہیں جو اسلامی دستور کے تصورات کے خلاف اپنا سارا زور صرف کررہے ہیں۔ یہ خود تیرے ہی مسلمان ہیں جو تیری سنت، تیرے فرمودات، تیرے اسوۂ حسنہ کے خلاف ایک طوفان اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ خود تیرے ہی مسلمان ہیں جو تیرے دیئے ہوئے شورائی اصول کی دھجیاں اڑا اڑا کر آمریت جماتے پھرتے ہیں۔ یہ خود تیرے ہی مسلمان ہیں جو تیری قطعی اور صریح ہدایات کے خلاف تیرے نام لیواؤں کے بنیادی حقوق اور آزادی پر ڈاکہ ڈالتے پھرتے ہیں۔ یہ خود تیرے ہی مسلمان ہیں جو قانون کی عملداری کی بنیادیں کھودنے میں مصروف ہیں۔ یہ خود تیرے ہی مسلمان ہیں جو تیرے دین سے محبت کرنے والوں کو ملائیت کی گالیاں دیتے ہیں۔

عامی مسلمان تجھے چاہتا ہے، تیرے دین کو چاہتا ہے، تیرے پیارے نظام کو چاہتا ہے، اس کے لئے بے قرار ہے، اس کے لئے قربانیاں دیتا چلا آ رہا ہے اور۔۔۔ اس کے راستے میں کوئی غیر حائل نہیں، کوئی بیرونی طاقت اس کا راستہ روکنے والی نہیں، کوئی دشمن اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے میں مصروف نہیں، کسی کافر کی سنگین اس کے سامنے تنی ہوئی نہیں۔۔۔ بس جو کچھ بھی رکاوٹ ہے، وہ اپنوں ہی کی عنایت ہے۔ تیرے ہی چند بڑے نام لیوا تیرے بہت سے چھوٹے نام لیواؤں کا راستہ روکے کھڑے ہیں!

اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے! (''چراغ راہ'' مئی 1955ء)

انوار اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین

(حضرت ابوبکر شبلیؒ)

(ایم طاطب)

آپ کی پیدائش بغداد میں ہوئی ۔ریاضت و کرامات اور رموز و اشارات بے حد و بے حساب ہیں ۔زمانہ کے مشائخ کو دیکھا تھا ۔اُن کی صحبت حاصل کی تھی ۔علوم طریقت میں عالم بے بدل تھے ۔امام مالکؒ کے مذہب پر تھے ۔

آپ کی عمر قریباً ستتر ۷۷ سال کی تھی اور ۳۳۴ھ میں وفات پائی ۔آپ نے عامۃ الناس اور جاہل لوگوں کے ہاتھ سے بہت تکلیف اُٹھائی ۔لوگ جس طرح حسین منصورؒ کی ہلاکت کے قصد میں رہا کرتے تھے اسی طرح آپ کے متعلق رہا کرتے تھے ۔

آپ کے واقعہ کی ابتدا یوں مذکور ہے کہ نہاوند میں ایک امیر تھا جو بغداد میں آیا اور چند لوگوں کے توسط سے دربار شاہی میں پہنچ کر انعام حاصل کیا ۔واپسی کے وقت امیر کو چھینک آئی تو اُس نے خلعت سے ناک صاف کیا ۔بادشاہ نے یہ حال دیکھ کر اُسی وقت خلعت کو واپس لے لیا ۔اور سخت ناراض ہو کر اس کو نکال دیا ۔جب یہ حال شبلیؒ کو معلوم ہوا تو خیال کیا کہ جو شخص ایک انسان کی بخشی ہوئی خلعت کو خراب کرتا ہے اُسکو اس قدر رذلت اور رسوائی اُٹھانا پڑتی ہے مگر جو شخص احکم الحاکمین کی عطا کی ہوئی خلعت کو خراب کرلے گا وہ کسقدر عتاب کا مستحق ہوگا ۔آپ اسی وقت دربار میں گئے اور کہا ۔

''اے بادشاہ! باوجود مخلوق ہونے کے تو اپنی عطا کی ہوئی خلعت کی بے ادبی گوارا نہیں کرتا، حالانکہ تیری خلعت کی قدر و قیمت سب کو معلوم ہے پس خداوند عالم کس طرح گوارا کرسکتا ہے کہ میں اس کی عطا کی ہوئی خلعت دوستی اور ولایت کو تجھ جیسے کی خدمت سے خراب کروں''۔

یہ کہہ کر آپ باہر نکل آئے اور بادشاہی ملازمت کو ترک کر دیا، توبہ کر لی اور ایک خاص حالت طاری ہوگئی ۔

چونکہ آپ شیخ جنیدؒ کے رشتہ داروں میں سے تھے، اس لئے اپ کو انہی کے پاس بھیج دیا گیا

جب آپ اُن کی خدمت میں پہنچے تو کہا:۔ ''گوہر آشنائی کا پتہ آپ کے پاس دیا گیا ہے۔یا بخش دیجئے یا بیچ ڈالئے''۔

جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اگر بیچتا ہوں تو تم قیمت ادا نہ کر سکو گے اور اگر بخش دوں تو بلا مشقت تمہارے ہاتھ لگ جائے گا اور تم اسکی قدر نہ جان کر خراب کر دو گے۔اس لئے بہتر ہے کہ مردانہ وار اس دریائے بے کنار میں کود پڑو۔تا کہ مشقت،صبر اور انتظار سے وہ گوہر تم کو بھی مل جائے''۔پھر عرض کیا کہ کیا کروں۔فرمایا ''ایک سال تک گندھک بیچو'' چنانچہ ایسا ہی کیا ایک سال کے بعد شیخ نے حکم دیا ''ایک سال تک دریوزہ گری کرو''۔

چنانچہ آپ ہر ایک دروازے پر گئے۔مگر کسی نے کچھ نہ دیا۔سال کے بعد واپس آ کر سارا حال عرض کیا۔شیخ نے فرمایا ''تم نے اپنی قدر و قیمت خلقت کی نگاہ میں دیکھ لی''؟

اس کے بعد فرمایا۔

''چونکہ تم نے نہاوند میں شاہی حکومت کے سلسلہ میں حکومت کی ہے۔اس لئے وہاں جا کر ہر ایک آدمی سے معافی مانگو،چنانچہ نہاوند میں تشریف لائے اور ہر گھر پر،ہر انسان سے معافی مانگی مگر ایک شخص رہ گیا،وہ مل نہ سکا۔اس کے عوض میں نے ایک لاکھ صدقے کئے مگر پھر بھی دل کو قرار نصیب نہ ہوا،چار سال کے بعد جواب ملا کہ ''ابھی تم سے حکومت کی بو آتی ہے،ایک سال اور گدائی کرو''۔

فرماتے ہیں ''میں ہر روز گدائی کر کے شیخ کے پاس لے جاتا شیخ وہ سب کچھ فقیروں اور درویشوں میں بانٹ دیتے مگر مجھ کو بھوکا رکھتے اور کچھ نہ دیتے،سال گذر جانے کے بعد فرمایا۔

''میں تم کو اس شرط پر اپنی خدمت میں رکھوں گا،کہ درویشوں کی خدمت کرو''۔

چنانچہ ایک سال تک خدمت کرتا رہا،بعد ایک سال کے پوچھا۔''ابوبکر!اب تمہاری قیمت تمہارے نفس کے خیال میں کس قدر ہے''؟عرض کیا۔''اپنے آپ کو کمترین خلائق دیکھتا ہوں''۔
فرمایا ''اب تمہارا ایمان درست ہوا ہے''۔

ایک دفعہ آگ لے کر کعبہ کی طرف چلے اور کہنے لگے ''میں جا کر کعبہ کو جلاتا ہوں،تا کہ لوگ خداوند کعبہ کی طرف متوجہ ہوں'' ایک دفعہ کہنے لگے ''میں چاہتا ہوں کہ بہشت اور دوزخ کو جلا

دوں تاکہ لوگ بغیر کسی ڈر، خوف اور لالچ کے عبادتِ الٰہی بجالائیں۔

محبت کے معنی پوچھے تو فرمایا ''جو کچھ تمہارے پاس ہے، سب محبوب کی راہ میں لٹادو'' فرمایا ''جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور محبوب کی محبت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طرف دھیان کرے تو وہ محبوب کا مذاق اڑاتا ہے''۔

فرماتے ہیں ''شریعت یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو۔ طریقت یہ ہے کہ اس کی طلب کرو اور حقیقت یہ ہے کہ اسکو دیکھو اور سب سے بالاتر ذکر یہ ہے مذکور کے مشاہدہ میں ذکر کو بھی بھول جاتے۔

☆☆☆☆☆☆
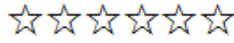
قرآن مجید۔۔۔خزانہ علم وحکمت یا صرف تبرک

قرآن مجید کے الفاظ کا محض تبرک کے طور پر تلاوت کرلینا اور قرآن کے معانی کی طرف دھیان نہ کرنا صحابہ کا طریقہ نہیں ہے۔ یہ طریقہ تو اس وقت رائج ہوا ہے جب لوگوں نے قرآن مجید کو ایک صحیفہ ہدایت ومعرفت اور ایک خزانہ علم وحکمت سمجھنے کی بجائے محض حصول برکت کی ایک کتاب سمجھنا شروع کردیا۔ جب زندگی کے مسائل سے قرآن کا تعلق صرف اس قدر رہ گیا کہ دم نزاع اس کے ذریعے جانکنی کی سختیوں کو آسان کیا جائے اور مرنے کے بعد اس کے ذریعے سے میت کو ایصال ثواب کیا جائے، جب زندگی کے نشیب وفراز میں راہنما ہونے کی بجائے اس کا مصرف یہ رہ گیا کہ ہم جس ضلالت کا بھی ارتکاب کریں اس کے ذریعے سے اس کا افتتاح کریں تا کہ یہ برکت دے کر اس ضلالت کو ہدایت بنادیا کرے۔ جب لوگوں نے اس کو تعویز کے طور پر استعمال کرنا شروع کردیا تا کہ وہ اسے اپنے شیطانی مقاصد کی تکمیل کے لئے فال نکالیں تا کہ قرآن ان کی حفاظت کرے کہ اس راہ سے کہیں ان کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔۔۔ دنیا کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس نے قرآن سے زیادہ اس بات پر زور دیا ہو کہ اس کا حقیقی فائدہ صرف اس شکل میں حاصل کیا جاسکتا ہے کہ اس کو پورے غور وتدبر کے ساتھ پڑھا جائے۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں یہ کتاب ہے جو ہمیشہ آنکھ بند کرکے پڑھی جاتی ہے۔

(تزکیہ نفس، مولانا امین احسن اصلاحی)

ہمارا نظام شمسی

(ڈاکٹر علی رضا)

زمین:۔ زمین جہاں کہ ہم باسی ہیں ہمارے نظام شمسی کا تیسرا سیارہ ہے یہ ٹھوس ہے اور سورج سے اس کا فاصلہ 149.60 ملین کلومیٹر (92.96) ملین میل ہے۔زمین ہمارے نظام شمسی کا واحد سیارہ ہے جہاں زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔زندگی کی بقا کے لئے زمین پر ایک منفرد اور عجیب نظام موجود ہے۔جو زمین کے باسیوں کی ہر پل حفاظت کرتا ہے۔اور وہ عجیب نظام ہے کرہ ہوائی ۔جی ہاں! اگر کرہ ہوائی کا نظام زمین پر موجود نا ہوتو یہاں سے آثار زندگی ناپید ہو جائیں ۔(ایسا انتظام اور کسی سیارے پر موجود نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی طاقت ایسی ہے جو اس سارے نظام کی موجد ہے اور سارا انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے)۔کرہ ہوائی کا نظام ایک فلٹر کی طرح موجود ہے اور غیر ضروری اشیاء اور خطرناک شعاعوں کو زمین کے باسیوں تک پہنچنے سے روکتا ہے۔اس کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر روز مختلف اقسام اور جسامت کے پتھر زمین کے اندر گرتے رہتے ہیں لیکن ہمارے تک پہنچنے سے پہلے ہی کرہ ہوائی سے رگڑ کھا کر مٹی کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔اور نقصان کا باعث نہیں بنتے۔جبکہ زمین کے برعکس دوسرے سیاروں میں کرہ ہوائی کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی سطح سے ٹکراتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے ان کی سطح پر بڑے بڑے گڑھے پیدا ہو گئے ہیں۔زمین پر آثار زندگی کی ایک اور بہت بڑی وجہ پانی کی موجودگی ہے۔زمین کے تقریباً ستر فیصد حصے پر سمندر پھیلے ہوئے ہیں۔زمین کی فضا میں 78 فیصد نائٹروجن، 21 فیصد آکسیجن اور 1 فیصد دوسری گیسیں موجود ہیں۔

زمینی حرکات تین طرح کی ہوتیں ہیں۔پہلی حرکت میں زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور یہ حرکت تقریباً 365 دنوں میں مکمل ہوتی ہے اس حرکت کے نتیجے میں ایک شمسی سال وقوع پذیر ہوتا ہے۔دوسری حرکت اسکی اپنے مدار کے اردگرد ہے۔یہ حرکت تقریباً 24 گھنٹوں میں مکمل

ہوتی ہے۔ دن اور رات اسی حرکت کا نتیجہ ہیں۔ تیسری حرکت زمین کی اپنے ایکسز (axis) پر ہے جہاں پر یہ 23 ڈگری تک گھوم جاتی ہے۔ موسموں کا انحصار اس حرکت پر ہے۔ اس کے علاوہ زمین کی سطح بھی حرکت میں ہے۔ مثال کے طور پر براہ اعظم شمالی امریکہ مسلسل مغرب کی سمت میں موجود بحرا الکاہل کی طرف حرکت کر رہا ہے۔ اس کے بڑھنے کی رفتار اتنی ہی ہے۔ جتنی کہ ہماری انگلیوں کے ناخنوں کی۔ زلزلوں کی بنیادی وجہ زمینی پلیٹوں کا ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جانا ہے۔ اور یہ بھی زمینی حرکت کی ایک قسم ہے۔ موجودہ دور میں زمین کو خلا میں جا کر دیکھنا اور پرکھنا ممکن ہو گیا ہے بلکہ مختلف مما لک میں اس مقصد کے لئے خلائی ٹریول ایجنسیوں نے ابتدا کی کام شروع کر دیا ہے۔ اور عنقریب عام لوگوں کے لئے بھی یہ ممکن ہو گا کہ وہ خلا سے زمین کا مشاہدہ کر سکیں۔ بلکہ ایک یورپین گروپ نے 2012 میں ایک خلائی سفر عام لوگوں کے لئے ترتیب دیا ہے جس میں راکٹ زمین سے 100 کلومیٹر اوپر سفر کرے گا۔ اس سفر کی خاص بات یہ ہے کہ مسافروں کو تین منٹ کے لئے ایسی جگہ لیجایا جائے گا۔ جہاں کشش ثقل صفر ہو گی۔ اس سفر کے لئے ہر مسافر کو دو لاکھ یورو خرچ کرنے پڑیں گے۔

زمینی چاند:۔ ہماری زمین کا صرف ایک ہی چاند ہے جسے ہم اکثر راتوں کو دیکھتے ہیں۔ انسان شروع دن سے اس کی اصل جاننے کے بارے میں متجسس ہے۔ یہ ہزاروں سالوں سے وقت اور زمانے کا تعین کرنے میں ہماری مدد کر رہا ہے۔ اور اس کے نظام الاوقات کو قمری نظام الاوقات کہا جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب نے اس نظام کو عروج بخشا اور وہیں سے یہ ساری دنیا میں رائج ہوا۔ چاند کیسے وجود میں آیا؟ اس کے بارے میں مختلف کہانیاں اور نظریات بیان کیے جاتے ہیں۔ آج کل جس نظریے کا سب سے زیادہ چرچا ہے اس کے مطابق مریخ جتنی جسامت کا پتھر زمین سے ٹکرایا، جس نتیجے میں زمین کا کچھ حصہ اس سے علیحدہ ہو کر اسی کے گرد گھومنا شروع ہو گیا۔ سائنسدانوں کے خیال کے مطابق یہ کوئی تقریباً 4.5 بلین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ زمین سے اگر چاند کو دیکھا جائے تو اس کا صرف ایک حصہ ہی نظر آئے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ چاند زمین

کے گرد گردش کے دوران اپنے ایکسز (axis) پر اپنی سمت ایک ہی دفعہ تبدیل کرتا ہے۔چاند کی سطح کو جب زمین سے دیکھا جائے تو روشن اور تاریک نشانات نظر آتے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں ایک بڑھیا ہے جو چرخہ کات رہی ہے۔اور کسی نے یہ کہا کہ چاند پر میری شبیہہ ہے کیونکہ میں مہدی الموعود ہوں۔جبکہ حقیقت کا ان خرافات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔بنیادی طور پر روشن حصہ دراصل Lunar چٹانیں ہیں جبکہ گہرے اور سیاہ نشانات کا تعلق گہرے رنگ کے لاوے سے ہے جسے "MARIA" کہا جاتا ہے۔جو کہ 2.5 بلین سال سے 4 بلین سال پہلے پھٹنے والے آتش فشاں سے معرض وجود میں آیا۔اس آتش فشاں کے پھٹنے کے بعد چاند بتدریج ٹھنڈا ہونا شروع ہوگیا۔اور موجودہ زمانے تک اس میں اور کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی ماسوائے اس کے کہ پتھروں کی بارش اس کی سطح پر ہوتی رہتی ہے۔ان پتھروں کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔چاند کی سطح ریتلی ہے اور وہاں کی مٹی بھی بہت ملائم ہے۔اور اس کا رنگ تارکول جیسا ہے۔

زمین کی طرح چاند پر حرکت کرنے والی پلیٹس نہیں ہیں تاہم 1970ء میں اپالو کے خلانوردوں نے اس کی سطح پر ارتعاش محسوس کیا تھا۔لیکن یہ زمین کے گریویٹیشنل پل کی وجہ سے تھا۔1998ء میں سائنسدانوں کی ٹیم نے یہ دریافت کیا کہ چاند پر پانی برف کی شکل میں اس کے قطبین پر موجود ہے۔ابھی بھی چاند کے بارے میں تحقیقات جاری ہیں۔اور مزید انکشافات متوقع ہیں۔ابھی تک 70 خلائی مشن چاند پر بھیجے جاچکے ہیں جن کے ذریعے 12 خلانورد چاند کی سطح پر چہل قدمی کر چکے ہیں اور 382 کلوگرام چاند کا پتھر بھی تجربات اور مشاہدات کے لئے لاچکے ہیں۔

کروفر سے قبر تک

تاریخ کے اکثر واقعات فلمی انداز کے ہوتے ہیں لیکن جن لوگوں کے سامنے وہ واقعات رونما ہورہے ہوتے ہیں، وہ ان واقعات کے دوررس نتائج پر نظر ڈالنے کی بجائے روزانہ کی بنیادوں پر ہونیوالی کشمکش پر زیادہ توجہ مرکوز رکھتے ہیں اور شاید صرف اسی وجہ سے تاریخ لکھنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ وہی لوگ جو ان واقعات کا حصہ ہوتے ہیں انہیں جب ان واقعات کو تحریری یا فلم کی شکل میں دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو وہ حیران ہو جاتے ہیں۔

ایسا ہی عبرت انگیز واقعہ جیوگرافکس والوں کی ایک مشہور ڈاکومینٹری میں محفوظ ہے جس میں رومانیہ کی خودساختہ مقتول مرد آہن یا عوامی زبان میں "رومانوی ڈکٹیٹر" لیوچاؤشسکو کے عروج وزوال کی تاریخ ایک داستان کی صورت میں فلم بند ہے۔ اس ڈاکومنٹری میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ لیوچاؤشسکو نے کس طرح رومانیہ کے اقتدار پر شب خون مارا، کس طرح اپنی پارٹی بنائی، کس طرح اقتدار پر قابض رہنے کے لئے پینترے بدلے اور کیا کیا جھوٹ بول کر قوم کی طاقت، ترقی اور خوشحالی کے خواب دکھلائے۔ آج کے لئے رومانوی ڈکٹیٹر کی ایوان اقتدار سے رخصتی کا آخری منظر ہی متعلقہ ہے جو اس عالمی شہرت یافتہ ڈاکومینٹری میں اس طرح سے فلم بند کیا گیا ہے:۔

پہلا منظر یہ ہے کہ لیوچاؤشسکو کے قصر اقتدار کے باہر بپھرے ہوئے عوام کا ایک سمندر موجود ہے جبکہ دوسری طرف اس پر گولیاں، گیس، ڈنڈے اور لاٹھیاں برسانے والوں کی قطاریں ہیں۔ ایسے میں صدر چاؤشسکو کا خصوصی ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا ہے جسے دیکھ کر اس کے پالتو غنڈے ششدر رہ جاتے ہیں۔ دوسری طرف قصر صدارت کے اندر چاؤشسکو کی آخری امید بر آئی تھی اور اسے پولینڈ نے سیاسی پناہ دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ جس وعدے کی آس پر چاؤشسکو نے اپنے ذاتی محافظ دستے کے آٹھ ارکان اور اپنی بیوی کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا کہ "وہ

پولینڈ جا رہے ہیں جہاں انہیں سیاسی پناہ مل جائے گی" یہ بات سن کران کی بیوی ہیلی کاپٹر پر سوار ہوئیں اور ساتھ ہی مردآہن اپنی ہی قوم کے نعروں کے سامنے پسپا ہوتا ہوا ملک سے مستقلاً فرار کے راستے پر گامزن ہونے کے لئے ہیلی کاپٹر پر بیٹھ گیا۔ آٹھ محافظوں کے علاوہ ہیلی کاپٹر میں نواں آدمی اس کا پائلٹ تھا۔ جونہی ہیلی کاپٹر کے پنکھے سٹارٹ ہوئے اور اس نے زمین سے ذرا سی حرکت کی، چاؤ شسکو کے ذاتی محافظ دستے کے آٹھوں ارکان نے ہیلی کاپٹر کے دونوں دروازوں سے زمین پر چھلانگیں لگائیں اور قصر صدارت سے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ ہیلی کاپٹر برسر اقتدار جوڑے کو لے کر ہوا میں بلند ہو گیا۔

اس واقعے کا دوسرا منظر یہ ہے کہ جب ہیلی کاپٹر شہر کے ایسے علاقے میں پہنچا جہاں محنت کشوں کا مزاحمتی مرکز واقع تھا جہاں سے چاؤ شسکو حکومت کے خلاف برسر پیکار مزدور تحریک کاروائیاں کرتی تھی تو ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے چاؤ شسکو پر انکشاف کیا کہ ہیلی کاپٹر کریش کر جائے گا۔ اس پر خوفزدہ آمر نے پائلٹ کو فوراً لینڈنگ کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ پائلٹ نے ایک بڑی شاہراہ کے نزدیک لینڈنگ کے لئے میدان منتخب کیا اور جونہی ہیلی کاپٹر کے پائیدان زمین سے لگے شارٹ سرکٹ ٹھیک کرنے کے بہانے ہیلی کاپٹر سے باہر نکل کر چاؤ شسکو کے اقتدار کے ہیلی کاپٹر کی آخری سواری پائلٹ نے بھی دوڑ لگا دی۔

تیسرے منظر کے مطابق سہمے ہوئے خودساختہ شاہی جوڑے نے سٹارٹ ہیلی کاپٹر سے سر باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا تو انہیں ساتھ والی شاہراہ پر دور سے ایک کار آتی دکھائی دی۔ چاؤ شسکو نے اپنے پستول کا ہولسٹر ڈھیلا کیا اور کار روکنے کے لئے سڑک کی عین درمیان میں کھڑا ہو گیا۔ کار کے ڈرائیور نے اپنے حکمران کو پہچانتے ہوئے بریک لگائی اور نیچے اتر آیا وہ خوفزدہ نہیں بلکہ حیرت زدہ تھا کیونکہ چاؤ شسکو اور اس کی بیوی کو اکیلے سڑک پر دیکھنا اس کے خواب میں بھی نہ آیا تھا اور پھر چاؤ شسکو کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر وہ حیرتوں کے سمندر میں غرق ہوتا چلا

گیا۔ اسے حکم ملا کہ وہ میاں بیوی کو کسی محفوظ مقام پر فوراً پہنچائے جہاں سے پولینڈ پہنچا جا سکے۔ ڈرائیور کو اصل بات سمجھ آ چکی تھی مگر وہ خاموش رہا۔

چوتھے منظر کے مطابق ڈرائیور نے پچھلی سیٹ پر میاں بیوی کو بٹھایا اور انہیں کہا کہ وہ چونکہ بہت قیمتی اثاثہ ہیں اور بین الاقوامی شہرت یافتہ جوڑا ہیں اس لئے کسی نادیدہ دشمن کی طرف سے نقصان سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہوگا کہ وہ اپنے سر سیٹوں کے نیچے رکھیں تاکہ انہیں کوئی دیکھ یا پہچان نہ سکے اس طرح وہ پر غرور سر جو کئی عشروں تک مالک ارض وسما کے سامنے بھی نہیں جھکے تھے ایک انجانے خوف اور ایک نہتے ڈرائیور کے حکم کے آگے بے اختیار جھک گئے۔ ڈاکومینڑی کے اگلے منظر کے مطابق ڈرائیور برق رفتاری سے گاڑی چلاتا ہوا سٹی سنٹر کے پاس پہنچا اور ایک کول اونچی عمارت کے اندر پوری قوت سے ہارن بجاتے ہوئے اور رکاوٹیں روندتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے چلا کر لیو چاؤشسکو کو کار سے باہر نکالا تو جس تھانے میں پہنچایا گیا تھا اس کے اہلکار اس پر ٹوٹ پڑے۔۔۔ اسی تھانے کے پیچھے ایک چھوٹے سے کورٹ یارڈ میں چاؤشسکو اور اس کی بیگم کی قبریں آج بھی دیکھنے والوں کے لئے عبرت گاہ بنے ہوئے ہیں۔ کسی شاعر نے ایسے ہی خود ساختہ بادشاہ کے بارے میں یہ پیش گوئی کی تھی۔

یقیناً یہ رعایا بادشاہ کو قتل کر دے گی
مسلسل جبر سے اسلم دلوں میں ڈر نہیں رہتے

یہ فرضی کہانی نہیں، حقیقی کرداروں پر مبنی ہے۔ اس لئے اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔

(ماخذ: اقتدار کا ہیلی کاپٹر روزنامہ نوائے وقت مورخہ 29-3-07)
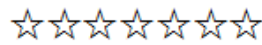
صرف دُعائیں کافی نہیں

یہ بات واضح ہے کہ خدا ہمارا محتاج نہیں "اللہ کی نصرت" کا معنی صرف یہ ہے کہ بندہ اللہ کے احکام کی تعمیل کرے لیکن افسوس یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمام دینی احکام اس پروپیگنڈے کو پس پشت ڈال کر اور صرف زبان سے مسلمان بن کر اپنے آپ کو عزت وشوکت کا حقدار قرار دیئے بیٹھے ہیں۔ بلکہ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ صرف زبان سے اسلام کا نام لے دینا یا دعا کر لینا ہی کافی ہوگا۔ حالانکہ اگر دعا سے جہاد کا کام لیا جاسکتا تو ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ اور اسلاف امت کی صرف دعائیں قبول کر لیتا اور انہیں جہاد کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اگر کامرانی صرف دعاؤں اور امیدوں پر منحصر کر دی جاتی تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور اگر کامیابی دعاؤں اور آرزوؤں پر موقوف ہوتی تو قرآن یہ کبھی نہ فرماتا

"**وقل اعملو فسیر اللّٰہ عملکم ورسولہ**" یعنی تم عمل کرو اللہ اور اس کا رسول تمہارے کاموں کو دیکھیں گے۔ اس کے علاوہ مجاہدین سے یہ بھی نہ کہا جاتا "**لاتعتذرو لن نومن لکم قد نباتا اللّٰہ من اخبارکم وسیری اللّٰہ عملکم ورسولہ**" تم اپنے عذر پیش مت کرو۔ ہم تمہیں کبھی بھی نہ مانیں گے۔ اللہ اور اس کے رسول تمہارے کاموں کو دیکھیں گے۔ نیز فرمایا "**انی لااضیع عمل عامل منکم**" میں تم میں سے کسی کے کام کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ وہ محض نماز روزہ اور ایسے چند دیگر اعمال کے ساتھ جن کی تعمیل میں نہ خون کھپانے کی ضرورت ہو اور نہ مال کے خرچ کرنے کی، اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے ایسے ہی اسلام کے بدلے میں اللہ سے عزت وشوکت کے منتظر رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نہ صرف نماز سے ہے اور نہ صرف روزہ سے اور نہ صرف دعا اور استغفار سے، خدا ان لوگوں کی دعا کیونکر قبول کر سکتا ہے جو (منافقوں کی طرح) پیچھے بیٹھ کے دعا کریں۔ دعاؤں سے پہلے عمل کی ضرورت ہے۔۔۔ اللہ کے نبیؐ نے میدان بدر میں اپنے صحابہ کو جمع فرمایا، تیر، تلوار، حتیٰ کہ ٹوٹے ہوئے ہتھیار بھی ساتھ لئے۔ تمام تیاری کے بعد میدان بدر میں سجدہ ریز ہو کر دعا فرمائی: اے اللہ

جو کوشش بھی ہمارے بس میں تھی اس میں ہم نے کوئی کوتاہی نہیں کی ۔۔۔اپنی رحمت سے اسلام کو فتح ونصرت عطا فرما۔اگر یہ مٹھی بھر مسلمان مٹ گئے تو قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ کر
پھر انجام اس کا تیزی کا مقدر کے حوالے کر

چہرہ اور پردہ

چہرہ انسانی جذبات واحساسات اور صنفی محرکات کا پورا پورا آئینہ دار ہوتا ہے۔اور انسان کا ذہن جن مختلف پیغام رسانی کے آلات کو استعمال کرتا ہے۔ان میں سے بیشتر چہرے پر ہی جمع کئے گئے ہیں۔زبان اور ہونٹ بچارے تو پھر بات کہنے میں لفظوں اور آواز کے محتاج ہیں لیکن چہرے کے دوسرے حصے اپنا پیغام دینے کے لئے نہ لفظوں کے ضرورت مند ہیں اور نہ آرزوؤں کے۔بلکہ ان کی ڈکشنری ان کی گرائمر اور ان کا ادب نہ لفظوں سے تعلق رکھتا ہے نہ آوازوں سے محض پیشانی کی سلوٹوں کے اتار چڑھاؤ،آنکھوں کی پتلیوں کی گردش،کمان ابرو کی نازک اندازیاں،رخساروں کے رنگ میں تبدیلی اور تغیر آناًفاناً وہ کچھ کہہ جاتا ہے جو زباں اور لب گھنٹوں ایڑیاں رگڑتے رہیں تو بھی نہ کہہ سکیں۔تو پھر کیونکر چہرے کو پردے سے الگ نکال سکتے ہیں۔(مولانا نعیم صدیقی)

☆☆☆☆☆☆

چالاکی

اللہ کے ساتھ چالاکی یہ ہے کہ زبان سے تعلق کا اظہار ہو مگر عمل میں اس کی خاطر اپنے فائدے اور ذاتی غرض کی قربانی دینے کے لئے تیار نہ ہو۔جب تک اپنے فائدے اور ذاتی غرض سے ٹکراؤ نہ ہو،اللہ سے تعلق نہایت جوش وخروش کے ساتھ ظاہر کیا جائے اور جہاں اس کی خاطر کسی فائدے کو چھوڑنے اور ذاتی غرض قربان کرنے کا وقت آجائے بس وہیں اس تعلق کو خیر باد کہہ کر فائدہ حاصل کرلیا جائے اور غرض پوری کرلی جائے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت

1۔ دوسرے سلسلوں کی روحانی معراج اور آخری منزل کشف وکرامات کا حصول ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں اُنکی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہمارے سلسلہ کا آخری مقصد اللہ کا قرب، عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔

2۔ بزرگان عظام اور اولیائے کرام کی کرامات برحق اور انکی دعاؤں کی مقبولیت مسلم لیکن ہم مشکل کشاء اور حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں۔

3۔ موجودہ دور کی مصروف زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے مختصر اور سہل اوراد واذکار تلقین کیئے جاتے ہیں۔

4۔ ہمارے سلسلہ میں مجاہدہ کیلئے غصہ اور نفرت کو مکمل طور پر نفی کرنے اور عالمگیر محبت اور صداقت کو اختیار کرنے کی مشق کروائی جاتی ہے۔ یہ تربیت گھر کی چاردیواری کے اندر احسن طریقے سے ہوسکتی ہے۔

5۔ بانی سلسلہ توحیدیہ کے وصیت نامہ کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کے روحانی پیشوا کا منصب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غیر وارثتی ہوگا۔

6۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم مذہبی گروہ بندیوں اور فرقہ واریت سے بالاتر اور وسعت قلب ونظر کی مظہر ہے۔

7۔ ہمارے سلسلہ میں مریدوں کی تعداد بڑھانے کیلئے اندھا دھند بیعت نہیں کیا جاتا ہر شخص کو بیعت کرنے سے پہلے کم از کم چھ ماہ طالب رکھا جاتا ہے تاکہ وہ جماعت کے مقاصد سے اچھی طرح آگاہ ہوکر داخل سلسلہ ہو۔

8۔ سلسلہ توحیدیہ میں متوازن زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جس میں نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی اِس میں غرق ہوجانے کی۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات
اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار
ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع
اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور
واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی
اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
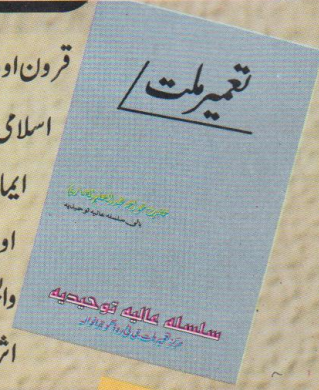
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ
اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
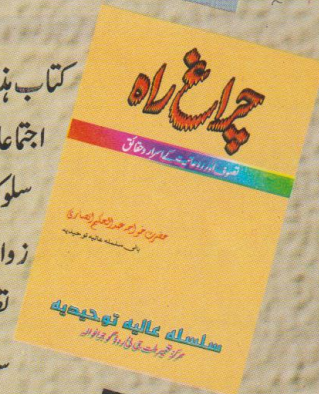
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے
تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جولوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ
کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی
مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام
اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے
ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان
زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:-
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین
کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا
اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

Website: www.toheedia.net